صرف احباب جماعت کی تعلیم وتربیت کے لیے

انٹرنیشنل

پیغامِ صُلح

مدیر: مدثر عزیز

قیمت فی پرچہ -/5 یورو

فون: +49-308735703

Email: generalsecretaryaaiil@gmail.com

ALLAH IS WITH US

احمدیہ انجمن لاہور (جرمنی) کی خصوصیات

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

جلد نمبر 02 | 5 رمضان المبارک تا 5 شعبان 1438 ہجری یکم جون تا 30 جون 2017ء | شمارہ نمبر 12-11

ارشادات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ مجدد صد چہاردہم

جماعت ایک دوسرے کی ہمدردی سے بنتی ہے

''جس شخص کو پوری طاقت دی گئی ہے وہ اپنے کمزور بھائی سے محبت کرے۔ میں جو یہ سنتا ہوں کہ کوئی کسی کی لغزش دیکھتا ہے تو وہ اس سے اخلاق سے پیش نہیں آتا بلکہ نفرت اور کراہت سے پیش آتا ہے حالانکہ چاہیے تو یہ کہ اس کے لئے دُعا کرے، اس سے محبت کا اظہار کرے اور اسے نرمی اور اخلاق سے سمجھائے لیکن بجائے ان کے کینہ میں زیادتی کی جاتی ہے۔ اگر ایسے کمزور بھائیوں سے عفو نہ کیا جائے اور اس سے ہمدردی نہ کی جائے تو اس طرح پر بگڑتے بگڑتے انجام بد ہو جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں۔ جماعت تب ہی بنتی ہے کہ بعض بعض کی ہمدردی کریں آپس میں پردہ پوشی کی جائے۔ جب ایسی حالت پیدا ہو جائے تب وہ ایک وجود ہو کر ایک دوسرے کے جوارح ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو حقیقی بھائی سے بڑھ کر سمجھتے ہیں اگر ایک شخص کا بیٹا کوئی قصور کر بیٹھے تو اس کی پردہ پوشی کی جاتی ہے اور اس کو الگ ہو کر سمجھایا جاتا ہے۔ اسی طرح اپنے بھائی کی ہر شخص پردہ پوشی چاہتا ہے اور یہ نہیں چاہتا کہ اس کے عیبوں کے لئے اشتہار دے پھر جب اللہ تعالیٰ ایک دوسرے کا بھائی بنائے تو کیا بھائیوں کے حقوق یہی ہیں کہ بدسلوکی اور بے مروتی کی جائے۔۔۔ بعض وقت انسان جانوروں، بندروں اور کتوں سے بھی سبق سیکھ لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس طریق کو بہت ناپسند کرتا ہے کہ اندرونی پھوٹ ہو اور یہ طریق نامبارک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کو بھی یہی طریق و نعمت اخوت یاد دلائی ہے اور اگر وہ سونے کے پہاڑ بھی خرچ کر دیتے تو وہ اخوت ان میں پیدا نہ ہو سکتی تھی جو رسول اللہ صلعم کے ذریعہ سے ان کو ملی۔ اسی طرح پر اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اور اسی قسم کی اخوت وہ یہاں بھی قائم کرے گا۔۔۔ دیکھو ایک دوسرے کا شکوہ کرنا، دل آزاری کرنا اور سخت زبانی کر کے دوسرے کے دل کو صدمہ پہنچانا اور کمزوروں اور عاجزوں کو حقیر سمجھنا سخت گناہ ہے۔ اب تم میں ایک نئی برادری اور نئی اخوت قائم ہوئی ہے۔ پچھلے سلسلے منقطع ہو گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے یہ نئی قوم بنائی ہے جس میں امیر غریب، بچے، جوان، بوڑھے ہر قسم کے لوگ شامل ہیں۔ پس غریبوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے معزز بھائیوں کی قدر کریں اور ان کی عزت کریں اور امیروں کا فرض ہے کہ وہ غریبوں کی مدد کریں ان کو حقیر اور ذلیل نہ سمجھیں کیونکہ وہ بھی بھائی ہیں۔'' (ملفوظات احمدیہ جلد چہارم)

پیغامِ عید الفطر

حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ترجمہ: ”جان لو کہ اللہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرے گا۔ ہم نے تمہارے لئے آیتیں کھول کر بیان کردی ہیں تاکہ تم عقل سے کام لو۔“ (الحدید آیت 17)

پیغام صلح کے تمام پڑھنے والے احباب سلسلہ کو اوران کے تمام اہل خانہ اور احمدیہ انجمن لاہور کی پاکستان اور بیرون ملکوں میں تمام جماعتوں کو **”عید مبارک“** کا پیغام دیتے ہوئے اللہ کا شکرادا کرتا ہوں کہ اس نے ہمیں رمضان المبارک میں عبادات کا موقع عطا فرمایا۔

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔ زمین کا زندہ ہونا چند عناصر پر مبنی ہے جب تک وہ میسر نہ ہوں اس میں کسی فصل یا درخت کا اُگنا ناممکن ہے۔ اسی طرح روح بھی ایک زندہ چیز ہے اور اس وجہ سے اُس پر بھی کمزوری، بیماری اور موت آتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ زمین کی موت کے بعد اسے زندگی بخشتا ہے اسی طرح روح کو بھی دوبارہ زندہ کرتا ہے اور یہ زندہ ہونا بھی چند عناصر پر مبنی ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ نے مختلف عناصر فصلوں کی کاشت کے لئے مختص فرمائے ہیں۔ اسی طرح روح کی موت یا کمزوری کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے خاص دن اور عبادات مقرر کی ہیں جن سے وہ دوبارہ زندہ ہو جاتی ہے۔ ان میں سے سب سے اہم ذریعہ رمضان المبارک کے روزے اور عبادات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان روزوں میں جو عبادات کی توفیق عطا فرمائی اس کا شکر کرتے ہوئے ہم عید کے دن عہد کریں کہ جو زندگی ہماری روح کو ملی اس کو ہم برقرار رکھنے کی تمام انسانی کوشش کریں گے۔

اللہ تعالیٰ سے استقامت کی دعا کے ساتھ میں دوبارہ سب کو **عید مبارک** کہتا ہوں۔

اداریہ

''عید ہے صبر و رضا کے نخل کا شیریں ثمر''

عید کا دن دنیا کے تمام مسلمانوں کے لئے انتہائی مسرت وابتہاج کا دن ہے۔ پورے ایک ماہ حکم خداوندی کے ماتحت روزے رکھنے اور راتیں عبادت الٰہی میں بسر کرنے کے بعد عید کے دن کا سورج اس خوشی کے احساس کو لے کر طلوع ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور فضل کے طفیل اپنے عاجز بندوں کو اس سخت ترین مجاہدہ کے بجالانے کی توفیق مرحمت فرمائی۔ اس کے ساتھ ساتھ عید کا دن اس خوشی کی یادگار بھی ہے جو مسلمانوں کو نزول قرآن کی صورت میں ہوئی یعنی رمضان کے مہینہ میں ہی اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو قرآن عظیم کا تحفہ دیا جو تمام دنیا کے لئے ہدایت کے ساتھ ساتھ امن وسلامتی کا پیغام لے کر آیا۔ فی الواقعہ تمام مسلمانوں کے لئے نزول قرآن سب سے بڑھ کر خوشی کا موقع ہے کیونکہ یہ قرآن وہ نعمت عظمیٰ ہے جو نہ صرف اپنی فصاحت و بلاغت اور ادب وانشاء کے لحاظ سے لاثانی اور یکتا ہے بلکہ اعلیٰ و عالمگیر تعلیمات اور کامیاب اصلاحی اثرات کے لحاظ سے بھی بے مثل قرار پا چکا ہے۔ مسلمانوں کا سر اس بات پر فخر سے بلند ہو جاتا ہے کہ یہ عظیم کتاب اس نبی محترم حضرت محمد مصطفیٰ صلعم پر نازل ہوئی جو اللہ کا محبوب ہے اور مسلمانوں کو اس نبی صلعم کے امتی ہونے کے باعث اس کتاب عظیم کا وارث قرار دیا گیا۔ مسلمان اس پر جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے کہ اللہ کے آخری پیغام قرآن کے وہ وارث ٹھہرائے گئے ہیں۔ عید کا دن اسی مسرت اور فخر کے اظہار کا دن ہے۔ جس کو ہر خطہ وقریہ میں بسنے والا مسلم فرد انتہائی عقیدت اور جوش کے ساتھ مناتا ہے۔ اس خوشی کا اظہار نہ صرف نئے نئے ملبوسات، میلوں، ٹھیلوں اور مختلف تقریبات کے رنگ میں کیا جاتا ہے بلکہ اس عید کے دن کا آغاز اجتماعی رنگ میں اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنے سے ہوتا ہے۔ اسلام اس خصوصیت سے مالا مال ہے کہ اس کا کوئی تہوار اور موقع یادالٰہی سے خالی نہیں ہے۔ خوشی ہو یا غم، مسرت ہو یا حزن ہر موقع پر یادالٰہی کا کوئی نہ کوئی طریق ضرور موجود ہے۔ عید مسلمانوں کے لئے جہاں خوشی وانبساط کا دن ہے وہاں قطعی یہ اجازت نہیں دیتا کہ خوشی و مسرت حد اعتدال سے بڑھ کر احکام الٰہی سے تغافل اور فسق و فجور کی صورت اختیار کر جائے۔ عید کا دن یادالٰہی سے شروع کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ کی بڑائی اور عظمت کا اقرار کیا جائے اور ہر فرد کے دل میں یہ احساس پیدا ہو کہ ایک مسلمان کو خوشیاں بھی اللہ تعالیٰ کے احکامات سے باہر نہیں لے جاسکتیں اور نہ کسی قسم کی برائی اس کے اعمال و افعال سے صادر ہو سکتی ہے۔ عید جہاں خوشی کا احساس ہے وہاں یہ باہمی محبت، اخوت اور مودت کو ترقی دینے کا سبب بھی ہے۔ اخوت ومحبت کا دلپذیر نظارہ جو نماز عید کے بعد ہر جگہ مصافحہ اور معانقہ کی شکل میں نظر آتا ہے، اسلام کے پیغام محبت وامن ہونے پر ایک واضح دلیل مہیا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ عید پر تحفے، تحائف اور ''عید مبارک'' کا ہدیہ پیش کرنا تعلقات محبت میں مزید پختگی پیدا کرنے کا ایک قابل قدر ذریعہ ہے۔ عید کے تہوار کی ایک اور بڑی خصوصیت کمزوروں اور ناداروں کو خوشیوں میں شامل کرنا بھی ہے۔ عیدالفطر سے پہلے فطرانہ کی ادائیگی غرباء کی خبر گیری اور اعانت کا ایک عملی ثبوت ہے۔ غرض عید کے تہوار کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت کو دلوں میں قائم کرنے کے لئے اس کے آگے جھکنا، باہم تعلقاتِ محبت کو استوار کرنا اور غرباء کی خبر گیری اور اعانت کرنا ہے۔ یہی وہ چیزیں ہیں جو دنیا میں امن و امان اور حقیقی خوشی اور مسرت کا باعث بنتی ہیں۔

☆☆☆☆

خطبہ جمعۃ المبارک

برموقع ''رمضان المبارک'' فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مورخہ 02-06-2017 بمقام جامع دارالسلام لاہور

ترجمہ: ''اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں پس چاہیے کہ میری فرمانبرداری کریں اور چاہیے کہ مجھ پر ایمان لائیں تاکہ ہدایت پائیں۔'' (سورۃ البقرہ آیت 186)

رمضان کا مبارک مہینہ شروع ہو چکا ہے۔ اس مبارک ماہ کی مبارک گھڑیوں میں سے یہ پہلا جمعہ ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں توفیق دی کہ ہم روزوں کو دوبارہ پالیں۔ جو ہم میں سے اللہ کی طرف بلائے گئے ہم ان کے لئے آج دعا گو ہیں۔ انہوں نے بھی اس سال کے لئے ارادے کیے ہوں گے۔ دعائیں کرنے کے منصوبے بنائے ہوں گے۔ اور ہم دعا کرتے ہیں کہ ان کی جتنی دعائیں کی ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ہماری جماعت، ہماری اولادوں اور ہمارے ملک کے حق میں قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

رمضان کا مقصد

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ترجمہ: **''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تمہارے لئے روزے ضروری ٹھہرائے گئے ہیں جیسے کہ ان لوگوں کے لئے ضروری ٹھہرائے گئے جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی بنو۔''**

(سورۃ البقرہ 183:2)

رمضان کا مقصد اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقویٰ اختیار کرنا ہے اور یہ اللہ نے انسانیت پر ایک بہت بڑا فضل کیا ہے کہ ہر سال میں ایک مہینہ ایسا رکھ دیا ہے جو عبادات اور روزے کے ذریعہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی نزدیکی عطا فرماتا ہے۔ یہ ماہ جس میں قرآن کا نزول ہوا اور قرآن کے نزول کے ساتھ ساتھ اس کا یہ بھی اعجاز ہے کہ قرآن کی اُن آیات مبارکہ جو غار حرا میں رسول کریم صلعم کے قلب مبارک پر نازل ہوئیں انہی سے آپ صلعم کی رسالت شروع ہوگئی اور وہ آخری نبی، آخری رسول جس کا دنیا کو انتظار تھا وہ اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا اور اس طرح نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور ایک بین الاقوامی دین اللہ تعالیٰ نے مکمل کر کے انسانیت کی ہدایت کے لئے رحمت العالمین کے ذریعہ ہم تک پہنچایا اور اللہ تعالیٰ جو رب العالمین ہے اس سے ہم دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں قرآن سے پورا فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے، اس کی سمجھ عطا فرمائے، اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جیسے کہ ہماری جماعت کا ایک اولین کام اور فرض یہ ہے کہ ہم قرآن اور اسلام کے امن والے پیغام کو دنیا میں پہنچائیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

قرآن کا تحفظ اللہ نے اپنے ذمہ لیا ہے

قرآن سے پہلے بھی صحیفے اور کتب نبیوں پر اُتارے گئے لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اُن میں تبدیلیاں کر دی گئیں، کچھ چیزیں نکال دی گئیں، کچھ چیزیں شامل کر دی گئیں، کئی متضاد چیزیں بھی داخل ہو گئیں لہذا ان صحیفوں کی وہ شکل نہ رہی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئیں۔ لیکن قرآن کریم کے تحفظ کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون ''ہم نے خود ہی یہ نصیحت اُتاری اور ہم خود ہی اس کی حفاظت

کرنے والے ہیں۔'' (سورۃ الحجر 15 آیت 9) قرآن جوں کا توں، نکتہ بہ نکتہ قائم ہے، حرف بہ حرف قائم ہے کیونکہ وہ رسول کریم صلعم کی رہنمائی میں، ان کی حیات مبارکہ میں لکھا گیا اور اس وقت جن لوگوں نے حفظ کیا ان کے ذریعہ بھی وہ محفوظ کر دیا گیا، نمازوں میں اس کا پڑھنا ضروری ٹھہرایا گیا اور اس لئے بھی قرآن نہ صرف یاد کیا گیا بلکہ نمازوں میں دوہرایا گیا اور پھر جیسے کہ آج کل رمضان میں تمام کا تمام قرآن مسجدوں میں تلاوت کیا جاتا ہے، گھروں میں تلاوت کیا جاتا ہے۔ ایک کم سن حافظ بھی اگر قرآن سُن رہا ہو تو وہ کسی بزرگ حافظ کی غلطی نکال دیتا ہے۔ یہ بالکل محفوظ کتاب بن گئی اور اس کے علاوہ مجددین اور محدثین کا سلسلہ جو اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلعم کی نبوت ختم ہو جانے کے بعد جاری رکھا اس کی وجہ سے بھی اس کتاب اور اس کی تفسیروں اور صحیح معنوں کا تحفظ قائم ہے۔ یہ **ھدی اللمتقین** کہلایا یعنی کہ تقویٰ کی راہ کے متلاشیوں کے لئے ہدایت۔ جو اس قرآن کے ہوتے ہوئے بھی تقویٰ کا متلاشی نہ ہو۔ اس قرآن کو گھر میں کتاب کی طرح رکھ لے یا بغیر معنی کے سمجھے پڑھ لے اور پڑھ کر بھی اس پر عمل نہ کرے تو اسے کوئی ہدایت نصیب نہیں ہوگی۔

اللہ ہر چیز کا خالق اور اس کو ہدایت دینے والا ہے

اللہ نے فرمایا (ترجمہ) ''کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی پیدائش عطا کی پھر اسے (اپنے کمال کی) راہ دکھائی۔'' (سورۃ طٰہٰ 20 آیت 50)۔ جانوروں کی ہدایت اللہ تعالیٰ نے شعوری طور پر ان کے وجود میں ڈال دی۔ جس کے ذمے جو کام تھا وہ کیے جا رہا ہے، کائنات کا ذرہ ذرہ اپنا کام ویسے ہی کیے جا رہا ہے جیسے اس کو کرنا تھا مگر کیونکہ انسان کو یہ آزادی دے دی گئی کہ اپنا فیصلہ خود کرے اسے تمام راستے بتائے گئے اور واضح کر دیا گیا ہے کہ یہ کرنے میں فائدہ ہے اور وہ کرنے میں نقصان ہے۔ تو انسان کو جس مقصد کے لئے پیدا کیا اس کے لئے ہدایت نامہ بھی ضروری تھا۔ باقی جانوروں اور مخلوق کی فطرت کے اندر ڈال دیا گیا لیکن انسان کو فیصلے کی قوت دے کر ساتھ ہدایت نامہ دیا گیا۔ اور یہ قرآن کریم کی تعلیم ہے جس میں سب کچھ بتا دیا اور انسان کی زندگی کا مقصد **ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون** ''ہم نے جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر اس لئے کہ وہ عبادت کریں'' اُس عبادت کے حصول کے لئے ہی قرآن نازل ہوا۔

عبدیت کا مفہوم

اس آیت میں **واذا سالک عبادی** کہا گیا ہے۔ عبادی یعنی میرے بندے۔ تمام بندے اللہ کے ہیں لیکن عبادت اور عبدیت کا جو مفہوم بنتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ عاشق الٰہی ہوتے ہیں اور اس کی ہر چیز جو وہ چاہتا ہے کرتے ہیں اور جو ناپسند فرماتا ہے وہ چھوڑتے ہیں۔ وہ اللہ کے ہر حکم پر عمل کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ وہ نہ نوکر کی طرح کام کرتے ہیں کہ ڈیوٹی کا وقت ختم ہو گیا تو کام چھوڑ کر چل دیا اور نہ وہ غلام کی طرح کام کرتے ہیں کہ اگر اس کی جان پر بھی بنی ہو۔ 103 کا بخار بھی ہو لیکن جب اس کا آقا چاہے کہ اس نے ساری رات کھڑے ہو کر اس کے اوپر پنکھا جھلنا ہے تو پھر وہ آقا پر ساری رات پنکھا ہلاتا رہے گا۔ لیکن یہاں عبد کا ذکر آتا ہے۔ عبد وہ ہے جو اللہ کی اطاعت، اس کی خوشنودی اور صرف اس کی خوشنودی کے لئے زندگی کا ہر کام کر رہا ہوتا ہے۔ اور جو اللہ کہتا ہے یا چاہتا ہے وہ یونہی اس پر عمل کر رہا ہوتا ہے اور جن چیزوں کو وہ سمجھتا ہے کہ ان سے میرا مالک ناراض ہوگا ان کو وہ چھوڑ دیتا ہے۔ اس کا عمل کسی لالچ کی بنا پر نہیں ہوتا کہ یہ کریں گے تو جنت، یہ کریں گے تو دوزخ۔ یہ بات اس کے ذہن میں نہیں گزرتی۔ وہ صرف اللہ کو خوش دیکھنا چاہتا ہے اور جب وہ یوں کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا عبد بن جاتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ عبادی کہتا ہے یعنی میرا بندہ۔ گو کہ باقی انسان بھی اس کی تخلیق ہیں صرف ایسا شخص ہی اس کا بندہ کہلاتا ہے اور اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **واذا سالک عبادی عنی فانی قریب**۔

احادیث میں آتا ہے کہ جو اللہ کی طرف ایک قدم بڑھاتا ہے اللہ اس کی طرف دس قدم بڑھاتا ہے۔ اور جو اس سے مڑتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بھی منہ موڑ

لیتا ہے۔اس لئے جب کوئی بندہ بندگی دکھاتا ہے تو اللہ اس کو اپنا عبادی کہتا ہے اور اس کے قریب اپنے آپ کو کہتا ہے۔ورنہ اللہ اس چیز کی پرواہ نہیں کرتا ہے کہ کتنے لوگ عبادت کر رہے ہیں یا کتنے روزہ رکھ کر بھوکے پیاسے ہیں۔

ایک کارٹون پچھلے دنوں چھپا جس میں ایک پیٹ زار وقطار رورہا تھا کہ صرف میرے اوپر ہی روزوں میں ظلم ہورہا ہے جبکہ آنکھیں، ہاتھ، کان پاؤں مزے کر رہے ہیں لیکن مجھے کیوں بھوکا رکھا ہوا ہے۔ **روزے کا مقصد صرف بھوک اور پیاس نہیں کیونکہ اللہ کو نہ ہماری بھوک پہنچتی ہے اور نہ ہماری پیاس۔** اس کو صرف ہمارا تقویٰ پہنچتا ہے۔کسی بھی قربانی اور عبادت کی روح تقویٰ ہی ہوتا ہے۔**فانی قریب** کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں **”اللہ اپنے بندے کے جتنے قریب ہے اتنا ہی اپنے دشمنوں سے دور ہے“** اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ کا فرمان ہے **”میں اس کی شہ رگ سے بھی قریب ہوں“**

ایک فرانسیسی تفسیر میں شہ رگ کو Aorta یعنی دل سے نکلنے والی سب سے بڑی شریان کہا گیا ہے کیونکہ وہ جب پھٹ جائے تو پھر کوئی بچت کی اُمید نہیں رہتی۔**یعنی انسان کی عبادات اور اللہ سے ”اس کا تعلق“ اس کی زندگی ہے وہ تعلق نہیں تو پھر زندگی نہیں یا اس قابل ہی نہیں کہ اس کو زندگی کہا جائے۔**

انسان اور اللہ کے درمیان 70 ہزار پردے

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

”میرے اور میرے بندے کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں لیکن بندے اور میرے درمیان ستر ہزار پردے حائل ہیں۔“ یہ پردے ظلمات کے پردے ہیں جب ہم نور سے دور ہوتے ہیں اور اللہ کے دوست نہیں ہوتے تو ہم ظلمات میں ہوتے ہیں کیونکہ اللہ ہی ہے جو اپنے دوستوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آتا ہے۔ترجمہ: **”اللہ ان لوگوں کا ولی ہے جو ایمان لائے، وہ ان کو سخت اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔“** (سورۃ البقرہ آیت 257) ان ظلمات میں انسان کے گناہ، انسان کی نافرمانیاں، اس کا شرک، اس کی انا پرستی، اس کا غرور اور وہ چیزیں شامل ہیں جو اللہ کو ناپسند ہیں۔ **جہاں پر انسان اپنی چھوٹی سی ہستی کو ”میں میں“ کر کے پکارتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظیم تر ہستی کو پس پشت ڈال دیتا ہے“۔** ”میں نے یہ کیا، میں نے وہ کیا۔“ اگر اس کو ٹھوکر بھی لگتی ہے پھر بھی وہ ”میں کہنا“ نہیں چھوڑتا۔

ایک انسان کا قصہ مشہور ہے کہ وہ کنویں کے پاس سے گزر رہا تھا اس نے کنویں کے اندر پانی میں چاند کا عکس دیکھا تو اس نے کہا کہ چاند تو کنویں میں ڈوب گیا ہے۔اگر میں نے نہ نکالا تو یہ دنیا تو اندھیری ہو جائے گی، اس نے کنویں کے اندر کنڈا ڈالا۔وہ کنڈا پتھر میں پھنس گیا، کھینچتے کھینچتے وہ کنڈا پتھر سے نکل گیا اور وہ پیچھے جا گرا۔اُس کا منہ اب آسمان کی طرف تھا اور اسے چاند نظر آیا تو وہ کہنے لگا کہ **شکر ہے میں ادھر سے گزر رہا تھا اور میں نے اسے نکال دیا۔ورنہ دنیا میں اندھیرا چھا جاتا۔** یہ قصہ انا کی مثال کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ ہر چیز کو ”میں“ کے ساتھ ملانے والا انسان اللہ کو پسند نہیں ہوتا۔

کائنات بنانے کا مقصد

حدیث قدسی میں یہ فرمایا گیا: **”کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا تو میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے انسان کو تخلیق کیا“** اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ **واذا سالک عبادی عنی فانی قریب**۔ جو قرآن کی آیت میں نے تلاوت کی اس میں اس خزانہ کو پانے کی طرف اشارہ ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ غیب ہے انسان کے دل میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ وہ کہاں ہے؟ قرآن میں جواب آتا ہے کہ **واذا سالک عبادی عنی فانی قریب**۔قرآن میں ایمان لانے والوں کی تعریف میں اللہ نے فرمایا: **الذین یومنون بالغیب** باوجود اس کے غیب ہونے کے اسے روحانی آنکھ، یا پاک دل جو قلب سلیم کہلاتا ہے سے دیکھ سکتا ہے اور اس کی پہچان حاصل ہو سکتی ہے۔

روزہ اللہ تعالیٰ سے تعلق کا ذریعہ

اب اگر ہم سوچیں کہ روزوں کے ذکر میں جہاں پر روزوں کے احکامات آرہے ہیں۔ وہاں درمیان میں یہ آیت رکھنے کی کیا اہمیت ہے کہ **واذا سالک عبادی عنی فانی قریب** اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ روزوں کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب اور تقویٰ حاصل کرنے کا جس کی خاطر روزے رکھوائے جارہے ہیں اہم ذریعہ ہے یعنی وہ قربت حاصل کرنے کا کہ اللہ ہماری شہ رگ کے قریب آجائے۔قرآن میں آتا ہے فاذ کرونی اذ کر کم۔تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔'' ایک بزرگ نے کہا کہ مجھے پتہ چل جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے کب یاد کرتا ہے۔اُن سے پوچھا کہ آپ کو کیسے پتہ چل جاتا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ اس نے خود کہا ہے کہ'' تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا''۔اس لئے میں جب اسے یاد کرتا ہوں تو مجھے پتہ چل جاتا ہے کہ وہ بھی مجھے یاد کر رہا ہوگا۔ خدا کو نہ ماننے والے اُس کا نہ دکھائی دینا، اُس پر نہ ایمان لانے کی وجہ بتاتے ہیں۔لیکن ہوا ہر جگہ موجود ہے مگر نظر نہیں آتی۔اسی طرح اللہ ہر جگہ موجود ہے چاہے نظر نہ آئے۔ہوا ہماری زندگی کے لئے کتنی اہم ہے۔اگر یہ ختم ہوجائے تو ہم بھی ختم ہوجائیں۔ہم ہوا کو تب محسوس کرتے ہیں جب اس کی وجہ سے کوئی ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے یا اس کی وجہ سے پتے اور درخت ہلتے ہیں۔اس لئے انسان خدا تعالیٰ کو گو دیکھ نہیں سکتا لیکن اس کے ساتھ جب وہ تعلق پیدا کرتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ اپنے وجود کی نشانیاں دکھاتا ہے۔خواہ وہ خوابوں کے ذریعہ ہو، کشف کے ذریعہ ہو یا الہام کے ذریعہ ہو۔جیسے انسان کے گرد ہوا ہر طرف موجود ہے ایسے ہی پانی کے جانور کے لئے بھی ہر طرف پانی موجود ہوتا ہے۔اس طرح اللہ تعالیٰ کا وجود ہر جگہ ہر ایک کے لئے ہے، تمام کائنات پر وہ چھایا ہوا ہے اس کے علم کے بغیر کوئی پتہ بھی نہیں ہل رہا اور کوئی پتہ گر بھی نہیں رہا۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا دنیا پر احسان

اس چیز پر ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں ایسی جماعت کے ساتھ وابستگی دی۔جس نے اس زمانے کے امام حضرت مرزا غلام احمد صاحب جو مجدد بھی تھے اور مسیح موعود بھی کو پہنچانا۔ان کے ذمہ جو کام لگایا گیا وہ عیسائیوں کے خلاف جہاد یعنی کہ صلیب کا توڑنا اور برائیوں کے خلاف جہاد یعنی خنزیر کا قتل کرنا تھا۔یہ تصور ذہن سے بعید ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دو تین چار ہزار سال کے بعد جب آئیں تو پھر ان کا ایک کام ہو کہ سب صلیبیں توڑیں، کہاں کہاں توڑیں، کہاں کہاں کس کس جنگل میں جا کر خنزیر ماریں! یہ ایک مثالی بات تھی کہ ایک ایسا شخص آئے گا جو مثیلِ مسیح ہوگا جو آ کر عیسائیت کا اثر جو اس وقت راج کر رہا ہوگا جس کا مسلمانوں کے پاس جواب نہیں بن پا رہا ہوگا اس کا اپنے دلائل کے ساتھ خاتمہ کرے گا۔اس زمانے میں ہندو اور عیسائی اور باقی مذاہب مل کر اسلام پر حملہ آور تھے۔یہ تصور ذہن میں آسکتا ہے کہ آج ہم دیکھیں کہ مسلمانوں کو کیسے کیسے منصوبوں سے بدنام کرنے میں آج کل پھر لوگ لگے ہوئے ہیں۔اس کی وجہ اُس تعلیم کو جس کی وجہ سے صلیب کا توڑ تھا، جس کی وجہ سے خنزیر کا قتل کرنا تھا اس کو ماننے سے انکار ہے اور جو دفاع کرنے انسان آیا تھا اس کی ذلت اور تکفیر کی گئی، اس کو گالیاں دی گئیں، اس پر کفر کے فتوے لگائے گئے، اس کو دجال کہا گیا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو امن کا پیغام وہ لایا تھا اس کا اثر دنیا میں نہ آسکا۔

ہمارا فرض

ہم نے اُس امام کو مانا لیکن ہم پر بھی کوئی فرض عائد ہوتا ہے اور وہ فرض یہ ہے کہ یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ ہمیں وہ امام ملا جس نے ہمیں زندہ خدا پر یقین دلایا ،جس نے ہمیں یہ یقین دلایا کہ خدا تعالیٰ اب بھی انسانوں سے بولتا ہے اور اس کی دعاؤں کا جواب دیتا ہے کیونکہ اس نے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ کن لوگوں کی دعاؤں کا جواب دیتا ہے۔یہ ہرگز نہیں کہا کہ احمدی ہوجاؤ تو خدا تم سے بولنے لگ جائے گا بلکہ یہ کہا کہ متقی بنو، قرآن کریم پر عمل کرو تو خدا تم سے بول سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس امام کی بتائی ہوئی راہوں یعنی قرآن کی مکمل تعلیم پر

عمل کرنے والے بنائے۔آمین

جس آیت پر میں خطبہ دے رہا ہوں اس کا موضوع وسیع ہے اس لئے اس کا باقی ذکر انشاء اللہ اگلے جمعہ میں کروں گا۔ کیونکہ اصلی موضوع ان دعاؤں کا ہے اور اس آیت کی اہمیت کا ہے۔ اب یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس زمانے کے امام کو قبولیت عطا فرمائے اور اس کے خلاف جو فتوے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو واپس لے لے۔آمین

اس خطبہ کو اس بات پر ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے جب دنیا ہی دنیا مانگی جائے تو وہ ہر کسی کو دنیا نہیں دیتا وہ بڑی محدود سی دعا ہوتی ہے۔ شاید ہزاروں بچے ہوں جو یونیورسٹیوں میں اپنی فرسٹ پوزیشن کے لئے دعائیں کر رہے ہوں، والدین سے کہہ رہے ہوں دعا کریں میں فرسٹ آجاؤں لیکن بڑے بڑے محنت کرنے والے بھی جب وہ دعا کر رہے ہوں کہ ہم فرسٹ آجائیں ایک نمبر یا دو نمبر سے سیکنڈ آجاتے ہیں۔ ایک ہی طالب علم پوری یونیورسٹی میں فرسٹ آتا ہے۔ **لیکن جس دعا کا سلسلہ اس آیت کے ذریعہ ہمارے تک پہنچایا جارہا ہے وہ خدا سے قربت اور اس سے دوستی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت اتنی وسیع ہے کہ وہ سب کو عطا فرماتا ہے۔ بشرطیکہ وہ کوشش کرے۔ سب انسان کوشش سے متقی بن سکتے ہیں۔ قرآن میں نیکیوں میں ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کرنے کی تلقین ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "فاستبقوا الخیرات"**

اللہ تعالیٰ رمضان میں ہمیں نیکیوں میں سبقت لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

☆☆☆☆

نغمہ عید

مولانا مرتضیٰ خان حسن مرحوم ومغفور

پھر بہار آئی ہے ساقی اب گیا دورِ خزاں
ہر تن بے جاں میں گویا پڑ گئی اک تازہ جاں
مژدہ باد اے قلبِ محزوں! آج روزِ عید ہے
دشت و صحرا بھی ہوئے اس جشن سے رشکِ جناں
میرے غم خانہ میں کیوں ہو شامِ غم کا جُھٹ پُٹا
مٹ گئے ہیں دہر سے رنج و الم کے سب نشاں
گونجتے ہیں تہنیت کے نغمے ہر سو ہر طرف
گلشنِ عالم بنا ہے گوشۂ باغِ جناں
باغ میں صحرا میں پھرتی ہے صبا یوں ناز سے
اس کے ہر جھونکے میں ہے گویا دمِ عیسیٰؑ نہاں
وہ نسیمِ صبح کے پُرکیف جھونکوں کی بہار
لالہ و گل کی چمن میں وہ طرب انگیزیاں
طائرانِ خوش نوا کی وہ سریلی راگنی
شاخِ گل پر وہ عنادل کی ترنم ریزیاں
روح بھی اک وجد میں ہے جسم بھی اک وجد میں
ہو رہی ہیں دوستوں میں آج ہم آغوشیاں
عید کیا ہے مسلمِ ناداں کبھی سوچا بھی ہے
مومنوں کے واسطے ہے کیا سبق اس میں نہاں
تیس دن جھیلیں بحکمِ خالقِ ارض و سماء
پیاس کی سب کلفتیں اور بھوک کی بیتابیاں
عید ہے صبر و رضا کے نخل کا شیریں ثمر
حق تعالیٰ نے کیا ہے آج ہم کو شادماں
کوئی راحت مل نہیں سکتی مشقت کے بغیر
کلفتوں کے بعد ہی ملتا ہے گنجِ شائگاں

مجاہدہ کا مہینہ

مکتوب حضرت امیر مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ

ترجمہ: ''اور جو لوگ ہمارے لیے محنت اٹھاتے ہیں ہم یقیناً انہیں اپنے راستوں پر چلائیں گے۔'' (69:29)

محترم برادران وخواہران جماعت: السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

اگر مصلحت الٰہی یہی ہو کہ قرآن کریم کو دنیا میں پہنچانے اور اسلام کو دنیا میں پھیلانے میں ہم اس وقت کامیاب نہ ہوں اور اس وقت وعدہ الٰہی **لیظھرہ علی الدین کلہ** (28:48) کے لیے کوئی اور وقت اور کوئی اور جماعت مقدر ہے، کیونکہ یہ وعدہ تو اٹل ہے، تو پھر بھی ہم ناکام نہیں۔ موت تو ناگزیر ہے۔ آنے والی چیز ہے۔ آج آئے یا کل۔ لیکن اگر وہ اس حالت میں ہم پر آجائے کہ ہم اس کے دین کے پھیلانے کے لیے رستے ڈھونڈ رہے ہوں یا رستے ہمارے سامنے ہوں، مگر وہ سامان ڈھونڈ رہے ہوں، جن سے اس کا دین دنیا میں پھیلایا جاسکتا ہے، تو اس سے بڑھ کر کامیابی اور خوشی کی موت بھی کوئی نہیں۔

گر بنا شد بدست رہ بردن   شرط عشق است در طلب مردن

نتائج کا مرتب کرنا، دینا یا نہ دینا، خدا کا کام ہے۔ ہمارا کام ڈھونڈنا ہے۔ جدوجہد کرنا ہے۔ لیکن جدوجہد شرط ہے۔ اپنے آپ کو **والذین جاھدوا فینا** کا مصداق بنانا ضروری ہے۔ پھر کامیابی بھی دور نہیں۔ ہم نہیں تو ہمارے بعد کام کو سنبھالنے والے یقیناً کامیابی کی منزل مقصود پر پہنچ جائیں گے۔ مگر جو کام کرتے کرتے مر جائیں، وہ بھی کامیاب ہی ہیں۔ اس وقت رمضان کا مہینہ، جو مسلمان قوم کے مجاہدہ کا مہینہ ہے، ہمارے سامنے ہے۔ اس مہینہ میں مَیں جماعت کی ایک متحدہ کوشش کو چاہتا ہوں۔ جس کے لیے میں جماعت کے بزرگوں کو، نوجوانوں کو، خواتین کو مخاطب کر رہا ہوں۔ دنیا میں وہ بھی لوگ ہیں، جو محض چھوٹے چھوٹے دنیوی مقاصد کے لیے، اپنی مملکتوں کی توسیع کے لیے، اپنی قوموں کی مالی برتری کے لیے، خون اور آگ سے کھیل رہے ہیں۔ کیا ہم خدا کے دین کی توسیع کے لیے، نسل انسانی کو روحانی رنگ میں مالدار کرنے کے لیے، اسے خدا کے آگے گرنا اور جھکنا سکھانے کے لیے، چار آنسو نہیں بہا سکتے؟ اپنے سینوں میں خدا کی محبت کی آگ مشتعل نہیں کر سکتے؟ میں آپ سے کوئی بڑا مطالبہ اس وقت نہیں کر رہا۔ مطالبہ تو بہت چھوٹا ہے۔ مگر اس کے نتائج یقیناً بہت بڑے ہیں۔ رمضان کی رات کو کون سا اسلام کا فرزند نہیں اٹھتا؟ کون سی دختر اسلام بیدار نہیں ہوتی؟ ہاں! سحری کی تیاری کے لیے اور سحری کھانے کے لیے ہم سب اٹھتے ہیں۔ ان ایام کے لیے میرا مطالبہ صرف اس قدر ہے کہ سب کے سب بزرگان جماعت، نوجوانان قوم، ہاں! وہ بھی جن کے قدموں کے نیچے جنت ہے، کم از کم دو رکعت نماز تہجد ضرور پڑھیں۔ اور زیادہ جس قدر اللہ تعالیٰ کسی کو توفیق دے۔ دو رکعت نماز کے لیے پندرہ منٹ کا وقت بھی کافی ہوسکتا ہے۔ اور اگر حضوری قلب میسّر آجائے، تو ایک گھنٹہ بھی اس کے لیے کم ہے۔ کوئی پہلی رات تراویح پڑھ لے تو اس کا اختیار ہے مگر رمضان کی اصل نماز تہجد ہی ہے۔ یعنی پچھلی رات کی نماز۔ اور اس میں اور کئی فوائد بھی ہیں۔ جو شخص صرف سحری کے لیے اٹھے گا، وہ اگر نماز نہیں پڑھتا، تو اغلب یہ ہے کہ کلی کی اور بغیر اشتہا کے کھانے پر بیٹھ گیا۔ اور کھانا کھا لیا۔ اور پھر سو رہا۔ لیکن جو شخص سحری کے ساتھ نماز تہجد کو (خواہ دو رکعت ہی ہوں) اپنے لیے لازم کرے گا وہ اٹھ کر مسواک کرے گا، وضو کرے گا، پھر دو رکعت نماز پڑھے گا، تو کھانے کی اشتہا بھی اس کے اندر پیدا ہو جائے گی۔ اور پھر اتنے میں نماز فجر کا وقت بھی قریب ہوگا، تو وہ فجر کی نماز پڑھ کر ہی آرام کرے۔ گا مگر اس سے بڑھ کر یہ کہ

انسان کے قلب میں نماز کی لذت سوا تہجد کے پیدا ہی مشکل سے ہوتی ہے۔ پانچ وقت کی نماز بسا اوقات ایک بوجھ سا بنی رہتی ہے۔ اور لذت اور کشش اس میں پچھلی رات کی نماز سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح دو رکعت پچھلی رات کی نماز رمضان میں اپنے اوپر لازم کر لینے سے دوسروں نمازوں کے اندر ایک لذت پیدا ہو جائے گی۔ اور نماز کی اصل غرض کو پانا آسان ہو جائے گا۔

ان سب فوائد کے ساتھ جو اس وقت میری غرض ہے وہ غلبہ اسلام کے لیے ایک مجاہدہ ہے دنیا میں اس وقت وہ حالات پیدا ہو چکے ہیں جو گولوں اور توپوں اور بموں کی لرزا دینے والی آواز سے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے کے سوا اور اسلام کی اخوت میں منسلک ہونے کے سوا دنیا کی نجات کا کوئی دوسرا راستہ نہیں رہا، کسی کو اچھا لگے یا بُرا سچ یہی ہے کہ نہ کسی قوم کو اس کی ہوائی کشتیاں بچا سکتی ہیں اور نہ اس کی آبی کشتیاں۔ یہ دنیا کی طاقت کے سامان جب ذہنیت بگڑ چکی ہو، ہلاکت کے سامان ہیں نہ نجات کے۔ یہ محض ایک دھوکا ہے۔ کہ کوئی قوم یہ سمجھ لے کہ مجھے میری ہوائی کشتیاں بچا لیں گی۔ اور کوئی یہ سمجھ لے کہ مجھے میری آبی کشتیاں بچا لیں گی۔ حالانکہ بچانے والی چیز صرف یہ ہے کہ ان دونوں قسم کی کشتیوں کے بھروسہ کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے آگے کوئی قوم گر جائے۔

کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سیل سے
حیلے سب جاتے رہے اک حضرت توّاب ہے

اس وقت جب ارادہ الٰہی یہ ہو چکا ہے کہ اسلام کے غلبہ کے لیے رستے کھل جائیں، اگر سب مسلمان نہیں تو ایک اس چھوٹی سی جماعت کے (جس نے خدا کے کلام کو دنیا میں پہنچانے، خدا کے دین کو دنیا میں پھیلانے، خدا کے نام کو دنیا میں بلند کرنے کا مقصد عظیم اور یہی واحد مقصد اپنے سامنے رکھا ہے) سب مرد اور عورتیں، بوڑھے اور جوان خدا کے آگے گریں صرف ایک ماہ رمضان کے لیے، جو مسلمانوں کے مجاہدہ کا مہینہ ہے۔ اور نوجوانوں کو میں بالخصوص مخاطب کرتا ہوں۔ اس لیے کہ جو نوجوان خدا کے آگے گرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہوتا ہے۔ دنیا کی ہوس کی آگ کو، جو اب جہنم کی کھلی صورت اختیار کر کے دنیا پر نمودار ہو چکی ہے، بجھانے کے لیے اپنے دلوں کے اندر خدا کی محبت کی آگ جلائیں۔ انسانی خون کی بہتی ہوئی ندیوں کو آنسوؤں کے چند قطروں سے روکنے کے لیے مجاہدہ کریں۔ ہاں! یہ خواب و خیال کی باتیں نہیں۔ اس سے پیشتر بھی بہتیری مثالیں ملتی ہیں کہ کس طرح ہوس انسانی کی جلائی ہوئی آگ کو، جسے کوئی پانی فرو نہ کر سکتا تھا، دردمند دلوں کے چند آنسوؤں نے بجھا دیا! اور آج بھی دنیا وہ نظارہ دیکھ سکتی ہے۔ بشرطیکہ کوئی جماعت اس عزم کے ساتھ کھڑی ہو جائے۔ ہاں! ہماری دعا صرف اسلام کے غلبہ کے لیے ہوگی۔ کیونکہ ہم یقین کے ساتھ یہ جانتے ہیں کہ اسلام کے غلبہ میں ہی دنیا کی نجات کا راز مضمر ہے۔ اس غلبہ کے لیے جس مجاہدہ کی ضرورت ہے، وہ ابھی ہماری طرف سے نہیں ہوا۔ آؤ۔ اس میں ماہ رمضان کی راتوں کی دعاؤں کے ذریعہ سے قوت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ ان دو رکعت نماز میں، جن کے لیے میں اس وقت بغیر کسی استثناء کے جملہ احباب جماعت سے درخواست کر رہا ہوں، ہماری دعا صرف ایک ہی ہو۔ اور وہ دعا غلبہ اسلام کے لیے ہو۔ جب ہم سورۃ الفاتحہ پڑھیں تو اس وقت بھی یہی مقصد ہمارے سامنے ہو۔

الحمد للّٰہ رب العالمین اے اللہ تو سارے جہانوں کی ربوبیت کرتا اور انہیں کمال تک پہنچاتا ہے۔ تو اس وقت ان لوگوں کی ربوبیت اپنے قرآن کے ساتھ فرما جو گمراہی میں پڑے ہوئے اور تیری اس نعمت سے محروم ہیں۔ اور ہماری بھی ربوبیت فرما اور ہمیں وہ سامان عطا فرما جن کے ساتھ ہم تیرے قرآن کو اور تیرے نام کو دنیا میں پہنچا سکیں۔ ہاں! اس جماعت کی ربوبیت فرما جس نے تیرے اس روحانی رزق کو دنیا میں پہنچانے کا مقصد واحد اپنے سامنے رکھا ہے۔

الرحمٰن الرحیم تیرا رحم اتنا بڑا ہے کہ انسانی التجا کے بغیر بھی جوش میں آتا ہے۔ اور تیرے ہی رحم سے انسان کی کوشش بھی بارآور ہوتی ہے۔ پس تو اپنی رحمانیت سے ان گمراہی میں پڑے ہوئے لوگوں کو اپنے قرآن کی طرف

سے ہدایت دے اور وہ سامان پیدا کر دے تا کہ وہ مجبور ہو کر تیرے قرآن کے آگے جھکیں۔ اور دنیا کی ہوس کی آگ کی جگہ ان کے دلوں میں اپنی محبت کی آگ مشتعل کر دے۔ اور ہماری ناچیز کوششوں کو بھی بارآور فرما۔ تا کہ ہم تیرے اس پاک پیغام کو ان لوگوں تک پہنچا سکیں۔

مالک یوم الدین تو ہمارا رحیم و کریم مالک ہے۔ اور ہم تیرے عاجز و نالائق بندے ہیں۔ ہمارے اندر، میرے اندر، میری جماعت کے اندر کمزوریاں بھی ہیں۔ تیرے حکموں کی نافرمانی بھی ہو جاتی ہے۔ کمزوریوں اور نافرمانیوں کو اپنے مالکانہ اختیار سے معاف فرما۔ اور ہماری کمزوریوں اور نافرمانیوں کو ہماری کوششوں کے بارآور ہونے میں روک نہ ہونے دیجیو۔

ایاک نعبد و ایاک نستعین ۔ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تیرے نام کو دنیا میں بلند کرنا چاہتے ہیں۔ یہی ہماری زندگیوں کا مقصد واحد ہے۔ مگر ہم کمزور ہیں۔ تعداد میں تھوڑے ہیں اور کام بہت بڑا ہے۔ ہاں! دنیا کی اصلاح وہ عظیم الشان کام ہے کہ جس کے سامنے تیرے رسول بھی، جنہیں تو اسی غرض کے لیے دنیا میں بھیجتا رہا ہے، اپنی عاجزی کا اعتراف کرتے ہیں۔ اس لیے ہم تھکے ماندے، کمزور، عاجز، گنہگار تیری ہی مدد مانگتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم عاجز ہو کر رستہ میں ہی رہ جائیں۔ اس کام کو تکمیل تک پہنچانے میں تو ہمارا مددگار ہو۔ اور ہماری جماعت کو وہ نصرت عطا فرما، جو اپنا نام دنیا میں پھیلانے والوں کو تو عطا فرمایا کرتا ہے

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم ۔ تو اپنے بندوں پر بڑے بڑے انعام فرماتا رہا ہے۔ اور جن لوگوں کو اپنا نام بلند کرنے کے لیے تو نے چُنا یا جنہوں نے ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تیرے نام کو دنیا میں بلند کرنا اپنی زندگیوں کا مقصد ٹھہرایا، انہیں تو نے کبھی ناکام نہیں رکھا۔ بلکہ عظیم الشان مخالفتوں کو مٹا کر تو انہیں دنیا میں کامیاب فرماتا رہا ہے اور تیرا وعدہ بھی ہے۔ پس ہمیں سیدھے رستہ پر چلا۔ وہی انعام عطا فرما جو تو پہلوں کو عطا فرماتا رہا ہے۔ اور اسی طرح سے اپنے دین کے پھیلانے میں اور اپنے نام کے بلند کرنے میں ہمیں کامیاب فرما، جس طرح محمد رسول اللہ صلعم اور آپؐ کے ساتھیوں کو کامیاب فرمایا۔ اور اپنی نصرتوں کی ہوا ہمارے لیے اسی طرح چلا، جس طرح تو نے ان کے لیے چلائی تھی۔ اور اپنے فضلوں اور رحمتوں کے دروازے اسی طرح ہم پر کھول دے، جس طرح تو نے ان پر کھول دیئے تھے۔ اور ہماری قبولیت کو اسی طرح پھیلا دے، جس طرح تو نے ان کی قبولیت کو پھیلایا تھا۔

غیر المغضوب علیھم و لا الضآلین ۔ اے آقا! ایسا نہ ہو کہ ہم یہودیوں کی طرح دنیا کو غرض بنا کر دین کو پھیلانا ہی چھوڑ دیں، جیسے آج مسلمانوں کی حالت ہوگئی ہے۔ یا عیسائیوں کی طرح غلو کر کے ایک غلط عقیدہ کی ترویج کے لیے اپنی طاقتوں کو تباہ کر دیں، جیسے آج ہمارے قادیانی دوستوں کی حالت ہوگئی ہے۔ سورۃ الفاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں سورۃ البقرۃ کی آخری دو یا تین آیات پڑھی جائیں۔ اور ان میں بالخصوص اس دعا پر زور دیا جائے جس پر یہ سورۃ ختم ہوتی ہے۔ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا ۔ اے ہمارے رب! تیرے دین کو دنیا میں پھیلانے کے لیے یہ ایک چھوٹی سی جماعت کھڑی ہوئی ہے مگر ہم کمزور ہیں۔ اور اگر ہم میں سے کسی سے کوئی بھول ہو جائے یا خطا ہو جائے تو اس پر گرفت نہ فرمائیو۔

ربنا و لا تحمل علینا اصرا کما حملته علی الذین من قبلنا ۔ اے خدا! ہم سے پہلے لوگ عہد شکنی کر کے تباہ ہو گئے تو ہماری جماعت کو، ہاں! اس کے ہر ایک فرد کو عہد شکنی کے گناہ کے ارتکاب سے بچائیو۔ ہم نے تیرے مامور کے ہاتھ پر یہ عہد کیا تھا کہ دین کو دنیا پر مقدم کریں گے۔ اور تیرے قرآن کو دنیا میں پہنچانا اور تیری عظمت کو دنیا پر ظاہر کرنا ہر قسم کے باطل کا مقابلہ کر کے تیرے دین کی حقانیت کا قائم کرنا ہمارا سب سے پہلا کام ہوگا۔ ہم دنیا کے لوگوں کی طرح اپنے اور اپنی جماعت کے سیاسی اقتدار کے پیچھے نہ پڑیں گے۔ بلکہ محض تیری عظمت، تیرے رسولؐ کی عظمت، تیرے قرآن کی عظمت، تیرے دین کی عظمت کو قائم کرنا ہمارا کام ہوگا۔ لہٰذا تو ہم سب کو یہ توفیق دے کہ

ہم اس عہد پر قائم رہیں۔ اور کوئی شخص ہم میں سے عہد شکنی کر کے ہلاکت میں نہ گرے۔

ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به اے خدا! ہماری پیٹھیں کمزور ہیں۔ ہمارے دل ناتواں ہیں۔ تو ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالیو جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں اور جو بوجھ تو نے ہم پر ڈالا ہے، اس کے اٹھانے کی ہمیں طاقت بھی عطا فرما۔

واعف عنا۔ اے خدا تو ہم سب کی خطاؤں اور گناہوں اور کمزوریوں کو معاف فرما تیرے دین کو صرف وہی جماعت پھیلا سکتی ہے جو متحد العمل ہو کر تیرے راستے میں جدوجہد کرے۔ پس اگر ہم میں سے کسی سے تیرے حکم کی نافرمانی ہوگئی ہے یا کسی نے دوسرے کی حق تلفی کی ہے، تو تو ہی اسے بھی معاف فرما۔ اور مجھے بھی معاف فرما۔ ہاں! اے مالک تو ہمیں یہ بھی توفیق دے کہ ہم ایک دوسرے کی خطا کو معاف کرنے والے ہوں۔ اور تو ہم سب کی خطاؤں کو معاف کرنے والا ہو۔

واغفر لنا۔ اے خدا تو میری بھی حفاظت فرما اور میرے بھائیوں کی بھی حفاظت فرما۔ ان کی بھی جو میرے ساتھ نیکی کرتے ہیں۔ اور ان کی بھی جو مجھے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ ہاں! تو ہمارے قلوب کی اصلاح فرما۔ کہ ہم ایک دوسرے کی حفاظت کرنے والے ہوں۔ اور تو ہمارا آقا ہم سب کی حفاظت کرنے والا ہو۔

وارحمنا۔ اے خدا تو اس جماعت پر رحم فرما۔ بے شک ہم میں کمزوریاں ہیں۔ اور ہم تھوڑے ہیں۔ مگر اس وقت تیرے دین کو دنیا میں پھیلانے کے لیے یہی ایک چھوٹی سی جماعت ہے۔ جب تک اس پر تیرے رحم اور فضل کے دروازے نہ کھلیں، تیرا دین دنیا میں پھیل نہیں سکتا۔ پس اے آقا! تو اپنے رحم اور فضل کے دروازے اس جماعت پر کھول دے۔ اے خدا تو ہمیں توفیق دے کہ ہم ایک دوسرے پر رحم کر کے تیرے رحم کے مستحق ٹھہریں۔ اور تو ہم سب پر رحم فرما۔

انت مولنا تو ہمارا مولا اور آقا ہے۔ تو ہی ہمارا کارساز ہے۔ ہم ہی نالائق ہیں کہ تیری بندگی کا، تیری خدمت کا حق ہم سے ادا نہیں ہوتا۔ مگر اے ہمارے کارساز! تو اپنے رحم سے ہماری دستگیری فرما۔ اور ہمیں اس قابل بنا کہ ہم تیرے بندے کہلا سکیں۔ تیرے فرمانبردار ہوں اور تیرے نام کو دنیا میں بلند کرنے والے ہوں۔

فانصرنا على القوم الكافرين (286:2) اے آقا! دنیا میں کفر اور شرک کا غلبہ ہے۔ اور تیرا وہ پاک کلام جو دنیا کی ہدایت کے لیے نازل ہوا تھا، آج خود کسمپرسی کی حالت میں ہے۔ یہاں تک کہ اس کے نام لیوا بھی اسے دنیا میں پہنچانے کا نام نہیں لیتے۔ مگر تیرا وعدہ ہے کہ تو اسے دنیا میں غالب کرے گا۔ اور تیرا وعدہ ٹل نہیں سکتا۔ انت الحق و وعدک الحق تو بہتر جانتا ہے کہ تو کس طرح اسے دنیا میں غالب کرے گا۔ ہمیں بھی تیری ہی طرف سے ایک آواز دینے والے کی آواز پہنچی کہ اسلام کے غلبہ کا وقت آ گیا۔ اور ہمارے ناتواں ہاتھوں نے اس عظیم الشان بوجھ کو اٹھانے کے لیے قدم اٹھایا۔ ہمارے مردہ دلوں میں اسی آواز سے ایک زندگی کی حرکت پیدا ہوئی۔ اور یہ آرزو پیدا ہوئی کہ ہم تیرے قرآن کو دنیا میں پہنچائیں۔ اور تیرے نام کو دنیا میں بلند کریں۔ مگر کفر و شرک کے مقابل میں ہماری کمزور جماعت کی حالت ایسی ہے کہ جیسے ایک پہاڑ کے سامنے چیونٹی ہو۔ ہاں! تیرے وعدے نے ہی ہمارے دلوں میں کچھ قوت پیدا کی ہے۔ لیکن تیری نصرت کے ہم سب سے زیادہ محتاج ہیں۔ تو ہمیں کفر پر اور کافروں پر غلبہ عطا فرما۔ ہم جانتے ہیں کہ ہم تیری نصرت کے اہل نہیں۔ کیونکہ ہم نالائق ہیں۔ مگر اے خدا! تیرا دین، تیرا قرآن، تیرا رسولؐ تیری نصرت کے اہل ہیں۔ تو ان کی نصرت فرما۔ ہاں! اسی طرح آج بھی نصرت فرما، جس طرح تو نے پہلے نصرت فرمائی تھی۔ تیری قوت ہمارے ناتواں ہاتھوں میں کام کرنے والی ہو۔ تیرا نور ہمارے تاریک دلوں میں روشنی پیدا کرنے والا ہو۔ اور ہم تیرے ان وعدوں کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھیں کہ یورپ اور امریکہ کے مادہ پرست اور ہندوستان اور چین و جاپان کے

بت پرست تیرے دین میں گروہ در گروہ داخل ہوں۔

میں نے صرف یہ ایک خاکہ دیا ہے۔ کہ جب ہم تہجد کے لیے کھڑے ہوں تو ہمارے دلوں میں کیا خیالات موجزن ہوں۔ اس وقت ہم سب چیزوں کو بھول جائیں اور ایک ہی خیال ہمارے دلوں پر غالب ہو۔ یعنی دین حق کے دنیا میں غلبہ کی آرزو۔ اور اس کمزور جماعت پر جو اس آرزو کو لے کر نکلی ہے رحم اور فضل کی درخواست۔ جن لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کا درد دیا ہے (اور میں جانتا ہوں کہ اس جماعت میں ایسا درد رکھنے والے بہت ہیں) ان کے دلوں میں، ان کی دعاؤں میں، ان کی آواز میں وہ قوت ہے، جو مجھ میں نہیں، لیکن اگر کمزور اور طاقتور، چھوٹے اور بڑے، غریب اور مالدار، مرد اور عورتیں سب کے سب دعاؤں میں لگ جائیں، اور جماعت کی دعا میں وہ برکتیں ہوتی ہیں، جو ایک آدمی کی دعا میں نہیں ہوتی، تو مجھے یقین ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم، اس کی نصرت اور تائید کے اس طرح جاذب بن جائیں گے کہ جس سے دین حق کو ایک زبردست قوت پہنچے گی۔

سورۃ الفاتحہ اور قرآن کریم کو پڑھتے ہوئے دعائیں کرنا سنت نبویؐ ہے۔ لیکن سب سے افضل دعا وہ ہے جو سجدہ کی حالت میں انسان کرتا ہے۔ افضل سے میری مراد یہ ہے کہ قبولیت کے لحاظ سے وہ بہت بلند مرتبہ پر ہوتی ہے۔ کیونکہ اس حالت میں انسان کا دل عاجزی میں اس حد تک گرا ہوا ہوتا ہے جہاں تک وہ گر سکتا ہے۔ اور جس قدر انسان نیچے گرے گا اسی قدر اس کی دعا اوپر چڑھے گی۔ پس سجدہ میں بھی یہ سب دعائیں ہوں۔ یا ایسی ہی اور دعائیں، جو اس وقت انسان کے دل سے اٹھیں۔ بلکہ رکوع اور سجدے میں جب انسان **سبحان ربی العظیم** یا **سبحان ربی الاعلی** پکار رہا ہو، تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور علو کے ساتھ ساتھ جو خیال اس کے دل پر غالب ہو، وہ یہی ہو، کہ جب ہمارا آقا ہماری ربوبیت فرمانے والا اس قدر عظمت اور علو کا مالک ہے، جہاں تک انسان کا وہم بھی نہیں پہنچ سکتا، تو ہم اپنے عاجز بندوں کی ربوبیت بھی وہ اسی طرح فرمائے کہ ہم کو پستی اور ذلت کے مقام سے اٹھا کر، جو محض دنیا پر جھکے ہوئے انسان کا مقام ہے، وہ اس عظمت اور علو کے مقام پر پہنچائے، جہاں اس کے پاک بندے کھڑے ہوتے ہیں، جن کی غرض دنیا میں خدا کا نام بلند کرنا اور انسانوں کے دلوں کی اصلاح کرنا ہوتا ہے۔ اسی طرح **التحیات** میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہوئے یہی تڑپ دل میں ہو، کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبولیت دنیا میں پھیلے۔ اور ہم اس قبولیت کے پھیلانے کا ذریعہ بنیں۔ میں نہیں چاہتا کہ ان الفاظ کو کوئی شخص یاد کر کے اس کے مطابق دعا کرے، بلکہ میری خواہش یہ ہے کہ جن خیالات کو میں نے ان ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ظاہر کیا ہے، ان کو اپنے دل میں لیا جائے، اور پھر دعا ہو وہ دل سے اٹھے۔ خدا کے ہاں قبولیت زبان کے لفظوں کو نہیں بلکہ دل کی تڑپ کو ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے سب احباب کو یہ توفیق دے کہ وہ جیسا کہ میں نے خواہش کی ہے سب کے سب بلا استثناء کریں۔ مجاہدہ میں شامل ہوں۔ فوج میں کمزور سپاہی بھی ہوتے ہیں اور طاقتور بھی۔ مگر سپاہی ہونے کے لحاظ سے سب یکساں ہوتے ہیں۔ اسی طرح کسی کا مجاہدہ کمزور ہو، کسی کا طاقتور، کسی کی دعاؤں میں زیادہ اثر ہو، کسی دعاؤں میں کم مگر مجاہدہ کے لحاظ سے سب یکساں ہوں گے۔ اور طاقتوروں کے ذریعہ سے کمزوروں کو اور کمزوروں کے ذریعہ سے طاقتوروں کو قوت ملے گی۔ اور سب کے ذریعہ سے خدا کے دین کو قوت ملے گی۔ **وھوالمراد. اللھم انصرنا علی القوم الکافرین .**

والسلام۔

خاکسار محمد علی۔

(پیغام صلح 26 ستمبر 1940ء)

خطبہ ثانی میں اسلام کے اخلاقی اور سماجی اقدار کا بنیادی خاکہ

ناصر احمد، بی۔اے، ایل ایل بی

(متن خطبہ جمعہ جو جامع دارالسلام، گارڈن ٹاؤن، لاہور میں 21 اپریل 2017ء کو دیا گیا)

ترجمہ: ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ جب جمعہ کے دن نماز کے لئے بلایا جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف جلدی آجاؤ۔'' (سورۃ الجمعہ 9:62)

ترجمہ: ''اللہ تمہیں عدل، احسان اور قریبیوں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، برائی اور زیادتی سے روکتا ہے، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔'' (نحل 90:27)

میں نے سورۃ جمعہ اور سورۃ نحل میں سے ایک ایک آیت پڑھی ہے۔ سورۃ جمعہ کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے عام نمازوں سے ہٹ کر نماز جمعہ کو صلوٰۃ کے علاوہ ذکر بھی کہا ہے۔ یعنی اس کی اہمیت نماز سے زیادہ یاد دہانی کے طور پر کی ہے۔ اسی طرح خطبہ جمعہ کی اتنی اہمیت ہے کہ نہ صرف ظہر کی دو رکعتیں کم کر دی گئیں بلکہ اس کا درجہ نماز سے زیادہ ذکر کا ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ چند اہم باتوں کی یاد دہانی کروانا چاہتے ہیں۔ پھر اس اہم یاد دہانی کے لئے ظہر کے وقت کا انتخاب کیا جو دوسری نمازوں کی نسبت زیادہ گرم ہوتا ہے۔ اور پورے دن میں سب سے مصروف ترین حصہ بھی۔ اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ جتنا مشکل کام ہو اتنی ہی مشکل اس کے کرنے کے لئے تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے کہ میرے عنوان سے ظاہر ہے اس نماز کے ذریعہ اللہ کی عظمت اور تعریف بیان کرنے سے زیادہ افراد اور جماعت کی سماجی تربیت کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اس لئے اگر نماز کے لئے حی علی الصلوٰۃ یعنی نماز کی طرف جلدی آؤ کہا تو اس کے لئے فاسعوا کہا کہ اس کے لئے پوری کوشش کرو۔ ان ابتدائی باتوں کے بعد میں اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔

ہر جمعہ کے دن خطبہ ثانی میں امام درود شریف کے بعد آخر میں قرآن مجید کی سورۃ نحل کی آیت 90 ضرور پڑھتا ہے بلکہ یہ خطبہ ثانی عیدین اور نکاح کے اہم موقعوں پر بھی پڑھا جاتا ہے۔ اس ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے دین کی غرض اور انسان کی زندگی کے مقصد کو بڑی خوبصورتی سے مختصر الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو کسی فرد، خاندان، معاشرہ اور ملک کی ترقی کے لئے عدل یعنی انصاف اور مال و جان کی حفاظت، احسان یعنی فلاح و بہبود کے انتظامات اور ذی القربیٰ یعنی محتاج لوگوں کی خبر گیری ہی وہ تین اہم پہلو ہیں جن سے ایک ملک اور معاشرہ مہذب اور فلاحی کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔ اور اس آیت میں انہی تین باتوں کی طرف خاص توجہ دلائی گئی ہے۔ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جو خلیفہ وقت تھے اور جن کو بالاتفاق پہلی صدی ہجری کا مجدد بھی تسلیم کیا گیا ہے انہوں نے اس آیت کو خطبہ ثانی میں شامل کیا تھا۔ میری ناچیز رائے میں ان کے صرف اس ایک عمل سے ان کی روحانی بصیرت کا پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے دین کی روح کو کس باریک بینی سے سمجھا اور زندگی کے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جو کام کرنے چاہئیں اور جن کاموں سے بچنا چاہیے اس آیت میں ان کی طرف خطبہ ثانی کے ذریعہ بار بار توجہ دلانے کا سلسلہ قائم کیا۔

اس آیت کے شروع میں لفظ یامرکم استعمال کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہم سب کو حکم دیتے ہیں اور آخر میں دو الفاظ مزید استعمال کئے ہیں ایک یہ کہ اللہ اس کی نصیحت کرتا ہے اور دوسرا یہ کہ تم اس کو یاد رکھو۔ اس کو نصیحت ٹھہرا کر بڑے پیار اور محبت کے انداز میں انسان کو یہ سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اس نصیحت میں سراسر بھلائی ہی بھلائی ہے اس لئے اس کو یاد رکھو کہ یہ باتیں زندگی کے ہر

قدم پر تمہیں فائدہ دیں گی۔

یہاں اللہ تعالیٰ کا بندوں کے لئے محبت اور شفقت کا وہی انداز ہے جو ایک ماں کو بچے سے ہوتا ہے کہ وہ ہر رنگ میں کبھی ڈانٹ کر اور کبھی پیار سے اس کی بھلائی اور خیر خواہی چاہتی ہے اور ہر وقت بار بار نصیحت کرتی رہتی ہے۔

ابھی ہم نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا ذکر کیا تھا اور یہ کہ ان کی روحانی بلندی کے پیش نظر ان کو رسول اکرم صلعم کے صحابہ کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے اور اسی لئے ان کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھا جاتا ہے حالانکہ وہ رسول کریم صلعم کی وفات کے تقریباً ایک سو سال بعد منظر عام پر آتے ہیں۔

یہاں یہ بھی بتا تا چلوں کہ آپ حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی کے پڑنواسے تھے۔ تاریخ میں درج ہے کہ حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے دور میں رات کو بھیس بدل کر مدینہ شہر میں لوگوں کے حالات سے باخبر رہنے کے لئے چکر لگایا کرتے تھے۔ ایک دن ان کا گزر ایک گوالن کے گھر کے پاس سے ہوا۔ اس گھر سے ایک ماں اور اس کی بیٹی کے درمیان گفتگو سن کر وہ رُک گئے۔ ماں بیٹی سے کہہ رہی تھی کہ دودھ میں پانی ملاؤ اور بیٹی کا اصرار تھا کہ خلیفہ وقت نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔ ماں کا کہنا تھا کہ اس وقت کونسا خلیفہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ لیکن بیٹی نے کہا کہ ماں خدا تو دیکھ رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے دوسرے ہی دن اس عورت اور اس کی بیٹی کو دربار میں بلوایا اور اپنے بیٹے سے کہا کہ اس انتہائی نیک سیرت لڑکی سے شادی کرلو۔ تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ اس موقع پر انہوں نے اس یقین کا بھی اظہار کیا کہ اس لڑکی کے بطن سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو عرب پر حکمرانی کرے گا۔ اور پھر ایسا ہی ہوا کہ اسی نیک سیرت لڑکی کی پرنواسی کے بطن سے عمر بن عبد العزیزؒ جیسا عظیم الشان روحانی لڑکا پیدا ہوا جس نے نہ صرف دین کی صحیح تعلیم کو اپنے مثالی نمونے سے تقویت پہنچائی بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو تحریری طور پر اکٹھا کرنے کے انتظامات کی ابتدا کروائی اور اس طرح سیرت کا یہ بیش قیمت ذخیرہ ہماری رہنمائی کے لئے آج موجود ہے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ کو ان کی امانت، صداقت اور روحانی بلندی کی بدولت پانچویں راشد خلیفہ کا درجہ بھی دیا جاتا ہے۔ اس میں ہمارے لئے ایک بڑا ہی قیمتی سبق ہے کہ نیکی کے اثرات صرف ہماری زندگی پر ہی نہیں بلکہ ہماری آنے والی نسلوں پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔

اس آیت میں خیر اور شر یعنی نیکی اور بدی کی موٹی موٹی باتوں یا یوں کہیے کہ بنیادی باتوں کا ذکر کر دیا گیا ہے جن سے انسانی کردار میں نیکی کی سوچ اور عمل کی قوت بڑھتی ہے اور انسانی معاملات اور تعلقات میں خوبی اور بلندی پیدا ہوتی ہے جس کو قرآن مجید نے احسن تقویم یعنی بہترین صورت سے تعبیر کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ اعلیٰ اخلاق کا عمل سے اظہار کرے اور دنیا کو آخرت کے لئے جنت کا نمونہ بنائے۔

اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ ایمان اور عمل دونوں ضروری ہیں۔ اسی لئے قرآن مجید میں انسانوں کو بار بار آمنو اور عملوا الصالحات کرنے کا کہا گیا ہے۔ ایمان کی پختگی عمل پر اثر انداز ہوتی ہے اور اسی سے اعلیٰ اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔

قرآن مجید کی اس آیت میں تین بنیادی اخلاقی خوبیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ عدل، احسان اور قریبیوں کی خبر گیری۔ عدل کے عام معنی انصاف قائم کرنا ہے یعنی معاملات میں حقائق کو دیکھ کر ایک فیصلہ پر پہنچنا۔ ہمارے کاروباری اور دیگر دنیاوی معاملات اور تعلقات میں یہ ایک گھمبیر مسئلہ ہے جس پر مغرب میں تو بڑا دھیان دیا جاتا ہے لیکن ہم ابھی تک اس بارے میں انتہائی کوتاہی سے کام لے رہے ہیں اور اسی لئے ہم انفرادی اور اجتماعی طور پر بے چینی اور عدم استحکام کا شکار ہیں۔ پھر عدل کی ایک اور صورت بھی ہے کہ نیکی کے بدلے نیکی کی جائے یا پھر جرم کے معاملے میں سزا دیتے وقت جرم کی نوعیت اور سزا میں توازن رکھا جائے۔ اسی لئے انصاف کو علامت کے طور پر جب ظاہر کرنا ہو تو ترازو کے دو پلڑوں کو برابر بلندی پر دکھایا جاتا ہے۔

عدل کے لئے انصاف کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے ایک چیز کو اگر آپ بالکل درمیان سے کاٹ دیں تو وہ دو برابر حصوں میں بٹ جاتی ہے۔ عدل میں یہی اصول برتا جاتا ہے یعنی حقائق کو تولا نہیں بلکہ پرکھا جاتا ہے۔ اسی لئے

بعض وقت یہ دونوں لفظ اکٹھے بھی استعمال ہوتے ہیں جیسے عدل وانصاف قائم کرنا۔ قرآن مجید نے اس کی اہم صورتوں کو مختلف مقامات پر بیان کیا ہے۔ عدل کی وہ صورت جو معاشرے میں عام طور پر معاملات کے بارے میں پیش آتی ہے۔ اس کا ذکر سورۃ مائدہ کی آیت ۸ میں یوں کیا گیا ہے:

ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کے لئے کھڑے ہونے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے ہو جاؤ۔ اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقویٰ سے قریب تر ہے۔''

آپ نے دیکھا دنیاوی معاملات میں تقویٰ کی بڑی اہمیت ہے۔ جب کہا جاتا ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تو اس کا مطلب اپنی دنیاوی زندگی میں اس اعلیٰ اخلاقی معیار کو قائم کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے۔ اور وہ وہی اعلیٰ معیار ہے جس کا اظہار اس نے لفظ عدل اور پھر احسن تقویم کے الفاظ سے کیا ہے۔

یہاں حقوق العباد کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے اور حقوق میں انصاف یہ ہے کہ ان حقوق اور فرائض کو پورا پورا ادا کیا جائے جن کا تعلق دوسروں سے ہے اور یہ جو کہا کہ انصاف تقویٰ سے قریب تر ہے تو اس سے بھی یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ تقویٰ حقوق کی ادائیگی اور اس کی حفاظت کرنے میں عدل قائم کرنا ہے۔ اور دشمنوں کے بارے میں انصاف سے کام لینا ایک انتہائی مشکل مقام ہے لیکن ایسے مراحل پر ہی تو تقویٰ کا امتحان ہوتا ہے کہ ایک شخص کس حد تک خدا کے احکامات پر عمل کرتا ہے یا اپنی سوچ اور جذبات سے کام لیتا ہے۔ فتح مکہ کے دن ہندہ جس نے جنگ احد میں رسول اکرم صلعم کے چچا حضرت حمزہ شہید کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور بعض حصوں کو انتقام کے طور پر کچا چبایا تھا۔ ان کو جب رسول اکرم صلعم کے سامنے پیش کیا گیا تو حضور صلعم نے اس خاتون کو معاف کر دیا۔ حالانکہ آپ صلعم اس کو سزا دے سکتے تھے۔ یہ عدل سے آگے احسان کا درجہ ہے۔ اگر دین دشمن کے ساتھ بھی حسن سلوک سکھاتا ہے تو پھر اپنے عزیزوں، دوستوں اور مسلمان بھائیوں کے حقوق کے بارے میں انصاف سے کام لینا کس قدر ضروری ہے۔ اور یہی دین سکھانا چاہتا ہے۔

ابھی کل ہی کی بات ہے کہ فلمی دنیا کا مقبول ترین ایوارڈ آسکر ایک امریکی مسلمان ماہر شلا علی کو بہترین مرد معاون ایکٹر قرار دیئے جانے پر دیا گیا۔ لیکن خوش قسمتی سے یا بدقسمتی سے وہ احمدی مسلمان ہے۔ خبر یہ ہے کہ ابھی یہ عیسائی گریجویشن کر رہا تھا کہ اس کی دوستی ایک احمدی خاتون امت الکریم سے ہوگئی اور وہ اس کو ایک احمدی مسجد میں لے گئی اور آہستہ آہستہ وہ مسلمان ہو گیا۔ خبروں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اقوام متحدہ میں پاکستان کی مستقل نمائندہ ڈاکٹر ملیحہ لودھی نے پہلے ٹویٹ کے ذریعہ اس کو مبارک دی لیکن پھر بعد میں اس ٹویٹ کو واپس لے لیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ایسا حکومت پاکستان کی ہدایت پر کیا ہوگا۔ اب اندازہ کریں کہ ساری مسلم اور غیر مسلم دنیا اس کو مبارکباد دے رہی ہے۔ وہ پاکستان کا نہیں بلکہ امریکی شہری ہے۔ پھر ایک بین الاقوامی ادارے نے اس کو مسلمان ہونے کے باوجود ایوارڈ کا مستحق قرار دیا ہے۔ لیکن حکومت پاکستان ہے کہ مذہبی تعصب کی بنا پر اس کو مبارکباد دینا بھی گوارہ نہیں کر رہی۔

یاد رکھیں کہ حضرت مرزا غلام احمد، بانی سلسلہ احمدیہ نے دیگر مذاہب بالخصوص یہودیت اور عیسائیت کے بارے میں رواداری کے رویہ پر بڑا زور دیا ہے۔ اپنی زندگی میں ایسی کانفرنسوں کی نہ صرف حوصلہ افزائی کی اور بالالتزام ان میں حصہ بھی لیا بلکہ جب قادیان میں منارۃ المسیح بننے لگا تو ہدایت فرمائی کہ اس میں ایک منزل پر ایک ہال بنایا جائے جس میں بین المذاہب کانفرنسیں منعقد کروائی جائیں۔ احمدیوں کا دیگر مذاہب کے لوگوں سے رویہ بھی اسی بنا پر نہایت برادرانہ ہے۔ سکولوں اور کالجوں میں ہمارے بچوں اور بچیوں کا عیسائی بچوں کے ساتھ تعلقات دوسروں کی نسبت زیادہ دوستانہ ہوتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات احمدی طلباء اس وجہ سے تنقید کا نشانہ بھی بنتے ہیں۔ رسول اکرم صلعم نے خود مسجد نبوی میں عیسائی وفد کو خوش آمدید کہا۔ ان سے بحث مباحثہ ہوا اور وہ لاجواب ہو گیا۔ اور جب مزید گفتگو سے انہوں نے انکار کر دیا تو آپ صلعم نے ان کے ساتھ معاہدہ کیا اور ان کو مکمل سماجی اور مذہبی آزادی کی ضمانت دی۔ دیگر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ رواداری قرآن کا حکم ہے اور رسول اکرم صلعم کی سنت ہے۔ حضرت مرزا صاحب

نے کوئی نئی بات نہیں کی بلکہ سنت رسول صلعم کو زندہ کیا۔

دین چند ارکان اور رسومات کا نام نہیں یہ انسان کی سوچ اور رویہ کی تربیت کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دین کا نزول اپنی عظمت کو بڑھانے کے لئے نہیں بلکہ انسان کی دنیا میں عظمت قائم کرنے کے لئے کیا ہے۔ وحی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کس طرح تربیت کرتا ہے۔ اس کا ایک واقعہ سناتا چلوں۔ رسول اکرم صلعم کی سب سے چہیتی بیوی حضرت عائشہؓ ہجرت کے پانچویں سال غزوہ بنی مصطلق میں رسول اکرم صلعم کے ساتھ تھیں۔ واپسی پر ایک پڑاؤ پر رکنا پڑا۔ آپؓ قضاء حاجت کے لئے ہودے سے باہر گئیں۔ واپس آئیں تو معلوم ہوا کہ ان کا ہار گر گیا ہے۔ واپس ڈھونڈنے کے لئے چلی گئیں اور جب واپس آئیں تو قافلہ جا چکا تھا۔ چنانچہ اس انتظار میں کہ جب پتہ چلے گا کہ وہ ہودے میں نہیں ہیں تو کوئی نہ کوئی تو لینے آئے گا۔ اسی انتظار میں حضرت عائشہؓ کی آنکھ لگ گئی۔ صفوان بن معطل قافلہ کے پیچھے رہا کرتے تھے تاکہ اگر کوئی چیز رہ جائے تو اس کو لے لیا کریں۔ چنانچہ جب وہ آئے تو انہوں نے ان کو دیکھ کر پہچان لیا اور انا للہ پڑھا تو آپؓ اُٹھ گئیں۔ چنانچہ انہوں نے انہیں اپنی اونٹنی پر بیٹھا کر خود اس کی مہار پکڑ کر چل پڑے اور دو پہر تک قافلہ سے جا ملے۔ عبداللہ بن ابی جو منافقوں کا سربراہ تھا اس نے بات کو خوب اچھالا اور اس میں حضرت ابوبکرؓ کے ایک عزیز مسطح بھی پیش پیش تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ حضرت عائشہؓ کی بریت کی۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے مالی مدد جو وہ اپنے عزیز مسطح کی کیا کرتے تھے۔ اس کو بند کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ اس بات کے متعلق ان کو تنبیہہ کی کہ اپنے قریبوں کے خطاؤں کو معاف کریں اور جو مالی معاونت یا مدد دیتے ہیں اس کو روکنے کی قسم نہ کھائیں۔

حسن سلوک اور خیر خواہی کا یہ معیار اور نیکی کا یہ جذبہ اس کی تربیت خدا ہی کر سکتا ہے اور اس پر عمل اللہ پر کامل ایمان والے ہی کر سکتے ہیں۔ قرآن کی وحی کے الفاظ کا ترجمہ سنیں:

''اور تم میں سے بزرگی اور وسعت والے لوگ یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ قریبیوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو نہیں دیں گے اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہاری مغفرت کرے۔'' (نور 22:24)

احسان کی اسی بلند ترین صورت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہے جو خطبہ ثانی میں پڑھی جاتی ہے۔ اسی لئے اس کا ذکر عدل کے بعد کیا ہے۔ حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ اپنی تفسیر ''بیان القرآن'' میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے عدل، احسان اور قریبیوں کو دینے کے نیکی کے ان تین مراتب کے بارے لکھتے ہیں:

''اس آیت میں خیر و شر کو پورے طور پر جمع کیا ہے۔ خیر کی اقسام میں عدل، احسان اور قریبیوں کو دینے کو بیان کیا ہے اور شر میں فحشاء، منکر اور بغی یہ تینوں باتیں ایک ترتیب میں ہیں۔ عدل ادنیٰ درجہ کی نیکی ہے جو مساوات کے رنگ میں ہے۔ یعنی جو کوئی تمہارے ساتھ نیکی کرے اس کے ساتھ نیکی کرنا یا احسان کے عوض احسان کرنا۔ لیکن احسان بذات خود وہ نیکی ہے جو بطور ابتداء بغیر کسی معاوضہ یا معاوضہ کے خیال کے کی جائے۔ اور ایتائے ذی القربیٰ یعنی قریبیوں کو دینا سے مراد صرف قریبیوں کو دینا ہی نہیں۔ اس میں کسی تخصیص کا ذکر نہیں۔ اس لئے اس میں تعلق اور تعلق کے بغیر قریبی سبھی شامل کر دیئے گئے ہیں۔ گو صلہ رحمی یعنی رشتہ کے لحاظ سے قریبیوں کی خبر گیری ایک ایسی اعلیٰ درجہ کی نیکی ہے جس سے سب نیکیاں پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن یہاں قریبیوں سے نیکی کرنے کی کوئی تخصیص نہ رکھ کر نیکی کرنے کو رشتوں اور کسی کے نیکی کرنے یا نہ کرنے کی شرط سے آزاد کر دیا گیا ہے۔ رشتہ کے قریبیوں کو انسان کسی احسان کے خیال سے نہیں دیتا۔ یہ بھی نہیں سمجھتا کہ میں کوئی نیکی کر رہا ہوں۔ بلکہ یہ ایک فطری خواہش کے ماتحت ہوتا ہے۔ پس نیکی کا یہ تیسرا مرتبہ چاہتا ہے کہ نیکی انسان میں فطری خواہش کی طرح بن جائے۔ ایک کام جب انسان بار بار کرتا ہے۔ آخر ہوتے ہوتے وہ اس کی طبیعت کا جزو بن جاتا ہے۔''

میں اس میں یہ اضافہ کرنے کی جسارت کروں گا کہ بعض وقت قریبیوں

سے حسن سلوک میں ذاتی رنجشیں بڑی روکاٹ بن جاتی ہیں۔ اس لئے قرآن مجید نے یہاں صرف قریبیوں کا ذکر کیا ہے اور اسی سے اس کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اسلامی تعلیمات کی تربیت کے وہ ذرائع ہیں جو انسان کو اعلیٰ سے اعلیٰ اخلاق حاصل کرنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے جسم، دل اور دماغ دیئے ہیں۔ ان میں استعدادیں بھی دے رکھی ہیں۔ لیکن ان کی تربیت کے لئے علم اور عمل کی ضرورت ہے۔ علم اللہ تعالیٰ آسمانی صحیفوں کے ذریعہ عطا کرتا ہے اور عمل کا نمونہ انبیاء، مجددین اور اولیاء کی سنت کے ذریعہ فراہم کیا جاتا ہے۔ رسول اکرم صلعم کو اسوۂ حسنہ یعنی بہترین مثال اسی لحاظ سے کہا ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل کر کے دکھایا۔ اس لئے جب حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ رسول اکرم صلعم کے اخلاق کے بارے میں بتائیں تو آپؐ نے فرمایا کہ ان کا اخلاق قرآن مجید ہے۔

حضرت مولانا نورالدین صاحب کے قرآن مجید کے تفسیری نوٹ جو ''حقائق الفرقان'' کے نام سے 5 جلدوں میں شائع ہوئے ہیں۔ اس آیت کے بارے میں ان کا انداز منفرد اور دل میں اترنے والا ہے۔ انہوں نے نیکی کے ان تین مراتب کو روزمرہ کی زندگی کے حوالے سے ان کے عملی فوائد کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔ یہ تشریحات جلد دوم کے صفحات 498 سے 503 پر درج ہیں۔ جو باتیں مجھے آیت کے حوالے سے معنی خیز اور انتہائی سبق آموز نظر آئیں ۔میں نے انہی کا انتخاب کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''اس آیت پر بزرگوں نے بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ ہمارے امام (یعنی حضرت بانی سلسلہ احمدیہ) نے بھی ایک لمبا مضمون لکھا ہے۔ قرآن نے عدل کے معنی یہ لئے ہیں کہ انسان کا ظاہر و باطن ایک ہو جائے۔ حُسنِ صورت کے ساتھ حسن سیرت بھی ہو۔ میں نے پہریداروں کے ذریعہ بارہا تہجد کی توفیق پائی ہے۔ بارش اور سردی کے موسم میں چار پانچ روپے کی خاطر خبردار، ہوشیار، جاگتے رہو، کہتے پھرتے ہیں۔ اس وقت مجھے اللہ کے احسان یاد آئے کہ وہ کس قدر لاتعداد ہیں جو گنے نہیں جاسکتے۔ کیا ہم اس کے لئے اس کے حضور کمربستہ نہ ہوں!

ایتاءذی القربیٰ کے عام معنی رشتہ داروں کو کچھ دو ہیں۔ صوفیاء نے اس کے معنی کئے ہیں کہ غیروں کے ساتھ ایسا سلوک کرجیسے ذوی القربیٰ کے ساتھ طبعاً کرنا پڑتا ہے۔

عن الفحشاء والمنکر والبغی کی تشریح میں حضرت مولانا نورالدینؒ فرماتے ہیں: ''انسان کے ایک ذاتی معاملات ہوتے ہیں۔ ایک وہ جن کا اثر دوسروں پر پڑتا ہے۔ ایک جن کا اثر سلطنت پر پڑے۔'' پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسا کام نہ کر جس کا بداثر تجھ پر پڑے۔ نہ ایسا جس کا بداثر دوسرے پر پڑے اور نہ ایسا جس کا بداثر حکومت پر پڑے۔

اور پھر عدل کے متعلق آگے چل کر فرماتے ہیں:

''یہ عدل باہم مخلوق کے ساتھ ہے اور پھر جیسے ہم اپنے محسنوں کے ساتھ تعلقات رکھتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو محسنوں کا محسن ہے اور مربیوں کا مربی اور رب العالمین ہے۔ اس کے ساتھ معاملہ کرنے میں عدل کو ملحوظ رکھیں۔

اس کے بعد دوسرا حکم احسان کا ہے۔ مخلوق کے ساتھ یہ ہے کہ نیکی کے بدلہ نیکی کرتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر سلوک کریں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ احسان ایسے ہے کہ عبادت کے وقت ہماری یہ حالت ہو کہ ہم گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھتے ہیں اور اگر اس مقام تک نہ پہنچ سکیں تو یقین ہو کہ وہ ہم کو دیکھتا ہے۔

پھر آگے چل کر انتہائی دردمند دل سے فرماتے ہیں: پس میں تمہیں بھی چھوٹا سا فقرہ ان اللّٰہ یامر بالعدل سنانے آیا ہوں، میں تمہیں دوسری دفعہ، تیسری دفعہ اور چوتھی دفعہ تاکید کرتا ہوں کہ خدا کے معاملے میں، اپنے معاملے میں، غیروں کے معاملے میں عدل سے کام لو۔ پھر اس میں ترقی کرو۔ مخلوق الٰہی سے احسان کے ساتھ پیش آؤ۔ اللہ تعالیٰ کے احسانوں کا معاملہ کر کے اس کی فرمانبرداری میں بڑھو۔ حلال روزی کماؤ، حرام خوری سے نیکی کی توفیق نہیں ملتی۔

ایک تعجب ہے کہ انسان عدل کو اپنے لئے، اپنے دوستوں کے لئے، اپنے خویش و اقارب کے لئے بہت پسند کرتا ہے۔ لیکن جب دوسروں کے ساتھ

معاملہ پیش آئے پھر کوئی عدل نہیں۔

یاد رکھو! ہر بدی کا انجام بُرا ہوتا ہے۔ جناب الٰہی کا حکم مانو۔ فرماتا ہے عدل کرو۔ ہم تمہارے خالق، ہم تمہارے مالک، رحمٰن، رحیم۔ ہم تمہارے ستار، ہم تمہارے غفار، کیا ہمارے ماننے میں کوئی مضائقہ ہے! اپنے کسی پیارے کی بات ہو تو جان تک حاضر، یہ عدل نہیں۔ اس واسطے میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ تمہارا ہتھیار دعا ہے۔"

یاد رکھیے! اسلام عمل سے زیادہ نیت کو اہمیت دیتا ہے۔ اس لئے کہ نیت ہی انسانی اخلاق کا بہترین معیار ہو سکتی ہے۔ نیک نیتی نہ صرف اخلاق کی بلندی کو ظاہر کرتی ہے بلکہ اسی کی بنا پر اللہ کی درگاہ میں اس کے اجر کی قدر کم یا زیادہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم خلوص نیت سے عدل، انصاف اور قریبیوں سے نیکی کرنے کے اس معیار کو قائم کرنے والے ہوں۔ جس کا عہد امام وقت نے "میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا" کے اقرار کے ذریعہ ہم سے لیا۔ یہی اللہ کا حکم ہے۔ رسول صلعم کی سنت بھی ہم سے یہی تقاضہ کرتی ہے۔ اسی سلسلہ میں کسی دوست نے ایک نہایت خوبصورت ریکارڈ کی ہوئی تقریر بھیجی ہے۔ میں نے اس کو تحریر کی شکل دی ہے۔ میری خواہش ہے کہ میں اس تحریر کو آپ کو سناؤں جس کا تعلق آج کے اس موضوع سے ہے۔

"نیت کتنی بھی اچھی ہو دنیا تم کو تمہارے دکھاوے سے جانتی ہے۔ اور دکھاوا کتنا بھی اچھا ہو اللہ تم کو تمہاری نیت سے جانتا ہے۔ ہمیشہ سمجھوتا کرنا سیکھو کیونکہ تھوڑا سا جھک جانا کسی رشتے کو ہمیشہ کے لئے توڑ دینے سے بہتر ہے۔ **اگر آپ کے پاس دینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے تو اپنے ہونٹوں پر صرف ایک مسکراہٹ ہی سجا لو۔** یقین جانو، آپ کا یہ تحفہ ہر شے سے قیمتی ہوگا۔ دو چہرے انسان کبھی نہیں بھولتا، ایک مشکل میں ساتھ دینے والا اور دوسرا مشکل میں ساتھ چھوڑنے والا۔ کوئی تمہارا دل دکھائے تو ناراض مت ہونا۔ کیونکہ قدرت کا قانون ہے جس درخت کا پھل زیادہ میٹھا ہوتا ہے لوگ پتھر بھی اسی کو مارتے ہیں۔ رشتوں کی خوبصورتی ایک دوسرے کی بات کو برداشت کرنے میں ہے۔

بے عیب انسان تلاش کرو گے تو اکیلے رہ جاؤ گے۔ کبھی اس کو نظر انداز نہ کرو جو تمہاری بہت پرواہ کرتا ہے۔ ورنہ تمہیں کسی دن احساس ہوگا کہ پتھر جمع کرتے کرتے تم نے ہیرہ گنوا دیا۔ کسی کی مدد کرتے وقت اس کے چہرے کی جانب مت دیکھو، ہو سکتا ہے اس کی شرمندہ آنکھیں تمہارے دل میں غرور کا بیج بو دے۔ **کبھی کسی کا دل نہ دکھاؤ کیونکہ معافی مانگ لینے کے باوجود اسے دکھ ضرور رہے گا۔** جیسے دیوار میں لگی کیل کو نکال لینے کے باوجود نشان رہ جاتا ہے۔ کوشش کرو کہ زندگی کا ہر لمحہ اپنی طرف سے سب کے ساتھ اچھے سے اچھا گذرے۔ کیونکہ زندگی نہیں رہتی، اچھی یادیں ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔ کوئی اگر اچھی بات کہے تو اسے پلو سے باندھ لو۔ کیونکہ جب کسی موتی کی قیمت معلوم کی جاتی ہے تو کوئی نہیں دیکھتا کہ اسے سمندر کی تہ سے نکالنے والا کون ہے۔ آسمان پر اڑتے ہوئے پرندے سے کسی نے پوچھا، کیا تمہیں زمین پر گر جانے کا ڈر نہیں۔ اس نے مسکرا کر جواب دیا، میں انسان نہیں جو ذرا سی بلندی پر اکڑ جاؤں۔ نظریں میری ہمیشہ زمین پر ہی رہتی ہیں۔

دوستو! انسان بھی کیا چیز ہے۔ دولت کمانے کے لئے اپنی صحت کھو دیتا ہے۔ پھر صحت کو واپس پانے کے لئے اپنی دولت کھو دیتا ہے۔ مستقبل کا سوچ کر اپنا حال ضائع کرتا ہے، پھر مستقبل میں اپنا ماضی یاد کر کے روتا ہے۔ جیتا ایسے ہے جیسے کبھی مرے گا نہیں اور مرتا ایسے جیسے کبھی جیا ہی نہیں۔ برائی کی مثال ایسی ہے جیسے پہاڑ سے نیچے اترنا۔ ایک قدم اٹھاؤ تو باقی اٹھتے چلے جاتے ہیں۔ **اور اچھائی کی مثال ایسی ہے جیسے پہاڑ پر چڑھنا۔ ہر قدم پچھلے قدم سے زیادہ مشکل مگر ہر قدم پر بلندی ملتی ہے۔** یہ کبھی مت سوچو کہ اللہ تمہاری دعا کو فوراً قبول کیوں نہیں کرتا۔ یہ شکر کرو کہ تمہارے گناہوں کی سزا فوراً نہیں دیتا۔ اپنے نقصان پر ہرگز غم زدہ نہ ہوا کریں کیونکہ اللہ آپ سے اس وقت تک واپس نہیں لیتا جب تک اس سے بہتر آپ کو عطا نہ کرے۔

رشتے کبھی قدرتی موت نہیں مرتے۔ ان کو ہمیشہ انسان ہی قتل کرتا ہے۔ کبھی نفرت سے، کبھی نظر اندازی سے اور کبھی غلط فہمی سے۔ اپنے وہ نہیں ہوتے

جو رونے پر آتے ہیں بلکہ اپنے وہ ہوتے ہیں جو رونے نہیں دیتے۔ میں نے بہت سے انسان دیکھے ہیں جن کے بدن پر لباس نہیں ہوتا اور بہت سے لباس دیکھے ہیں جن کے اندر انسان نہیں ہوتا۔ آنکھ دنیا کی ہر چیز کو دیکھتی ہے مگر جب آنکھ کے اندر کچھ چلا جائے تو وہ کچھ بھی نہیں دیکھ پاتی۔ اسی طرح انسان دوسروں کے عیب تو دیکھتا ہے پر اپنے عیب اسے نظر نہیں آتے۔ دنیا صرف ان کی ہی خیریت پوچھتی ہے جو پہلے سے خوش ہوں۔ جو تکلیف میں ہوں ان کے موبائل نمبر تک کھو جاتے ہیں۔ میں نے جب اس دنیا پر نظر ڈالی تو محسوس ہوا کہ ہر کوئی کسی نہ کسی سے محبت کرتا ہے۔ اور پھر اس کو چھوڑ کر قبر میں چلا جاتا ہے۔ **میں نے سوچا کیوں نہ نیکیوں سے محبت کروں تاکہ وہ مجھے قبر میں بھی اکیلا نہ چھوڑیں۔** کوئی حالات نہیں سمجھتا تو کوئی جذبات نہیں سمجھتا۔ یہ تو اپنی اپنی سمجھ ہے کوئی کورا کاغذ پڑھ لیتا ہے تو کوئی پوری کتاب نہیں سمجھتا۔ کبھی کوئی فیصلہ غصے کی حالت میں نہ کرنا کیونکہ ابلتے ہوئے پانی میں عکس دکھائی نہیں دیتا۔ معاف کرنے کی عادت اور حوصلہ پیدا کرو۔ یہ تو اللہ کا کرم ہے کہ وہ انسان کے گناہوں کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ اگر تمہارے درمیان ایک دوسرے کے گناہ ظاہر ہو جاتے تو تم ایک دوسرے کو دفن بھی نہ کرتے۔

لوگ سچ سننے سے نہ جانے کیوں کتراتے ہیں۔ تعریف چاہے جتنی بھی جھوٹی ہو، سن کر لوگ خوب مسکراتے ہیں۔ **صبر کر اے بندے! مصیبت کے دن بھی گذر جائیں گے۔ آج تجھے دیکھ کر لوگ ہنستے ہیں، کل تجھے دیکھتے رہ جائیں گے۔**

اللہ کرے جمعہ اور خطبہ ثانی کی ہدایات ہمیں نیکیوں کو زیادہ سے زیادہ کرنے کی توفیق فراہم کریں اور ہم سب نیک اور نیک نیت ہو کر اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے مثال بن سکیں۔

☆☆☆☆

انسان کی اخلاقی حالت درست نہ ہو تو اسے کامل ایمان حاصل نہیں ہو سکتا

شریعت کے دو ہی پہلو اور بڑے حصے ہیں جن کی حفاظت ہر ایک انسان کو ضروری ہے، ایک حق اللہ اور دوسرا حق العباد۔ حق اللہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی محبت، اس کی عبادت، اس کے خوف، اس کی اطاعت میں، اس کی ذات میں صفات میں کسی کو شریک اور برابر نہ بنایا جاوے اور حق العباد یہ ہے کہ تکبّر، خیانت ظلم وغیرہ بدخلقی کسی نوع کی بھی اپنے کسی بھائی سے نہ کی جاوے۔ گویا اخلاقی حالت میں کسی قسم کا فتور نہ واقع ہو اور کماحقہٗ حقوق اخوت کی نگہداشت کی جاوے۔

سننے میں تو دو ہی فقرے ہیں مگر عمل کرنے میں بہت ہی مشکل ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا بڑا ہی فضل ہو تو انسان ان دونوں پہلوؤں پر قائم رہ سکتا ہے۔ کسی میں قوّت غضبی بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ ذرا سی بات پر جب غضب میں آ جاتا ہے اور قوّت غضبی جوش مارتی ہے تو نہ دل اس کا پاک رہ سکتا ہے نہ زبان، دل میں کینہ رکھتا ہے اور اندر ہی اندر اپنے بھائی کے خلاف ناپاک منصوبے سوچتا رہتا ہے اور زبان سے گالی دیتا ہے۔ کسی میں قوت شہوانی غالب ہوتی ہے اور وہ اس میں گرفتار ہو کر حدود اللہ کو توڑتا ہے۔ غرضیکہ جب تک انسان کی اخلاقی حالت بالکل درست نہ ہو وہ کامل ایمان جو منعم علیہ گروہ میں داخل کرتا ہے اور جس کے ذریعہ سچّی معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے حاصل نہیں ہوتا۔

(ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ)

قسط نمبر 2

حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ کا دعویٰ مسیحیت

ملک بشیر اللہ خان راسخ (راولپنڈی)

مولانا ابوالکلام آزاد ایک مسلمہ عالم متبحر ہیں۔ مجدد دین کی ضرورت پر بہت غیر معمولی تحریر آپ کی تصنیف تذکرہ میں ہے۔ آپ حضرت مرزا صاحب کے زمانہ کے عالم ہیں۔ مولانا آزاد فرماتے ہیں ''نظام شمسی کی طرح نظام انسانی کے بھی مرکز ومحور ہیں۔'' مگر تم کو ان کا حال معلوم نہیں۔ تم کو اجرام سماویہ کا مرکز معلوم کرنے میں جب ہزاروں برس لگ گئے تو نہیں معلوم عالم انسانیت کے نظام ومراکز کے لئے کتنا زمانہ درکار ہوگا۔ تاہم یہ معلوم رہے کہ ہر عہد ودور میں خدا کے چند بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا وجود ستاروں کے مرکز شمسی کی طرح تمام انسانوں کا مرکز محبت اور کعبہ انجذ اب ہوتا ہے۔ جس طرح نظام شمسی کا ہر متحرک ستارہ صرف اسی لئے ہے کہ کعبہ شمس کا طواف کرے۔ اسی طرح انسانوں کے گروہ اور آبادیوں کے ہجوم بھی صرف اسی لئے ہوتے ہیں کہ اس مرکز انسانیت اور کعبہ ہدایت کا طواف کریں۔ زمین والوں پر ہی موقوف نہیں آسمانوں میں صرف انہی کے ناموں کی پکار ہوتی ہے۔''

مزید مولانا ابوالکلام آزاد مجدد کی شان کا ذکر اپنی تصنیف تذکرہ میں ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ از انجملہ سب سے اعلیٰ واشمل طبقہ ان اخص الخواص نفوس مزکی کا ہے۔ جن کو قائد توفیق الٰہی وسائق فیضان ربانی عزائم امور کے لئے چنتا ہے کہ وان ذالک لمن العزم الامور۔ اور جن کا نور وعمل مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ اور جن کا قدم طریق منہاج نبوت پر واقع ہوتا ہے۔ انہی افراد خاصہ کو حدیث بخاری میں محدّث (بالفتح) کے لفظ سے تعبیر فرمایا۔

اور یہی مورد ومصداق حدیث مجدد کے ہیں۔ جو مختلف طرق سے مروی اور اسی لئے بلحاظ صحت متن اس کی صحت میں کلام نہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کا وجود فی الحقیقت نظام حق وہدایت کا مقوّم ومنظّم ہے اور انبیاء اکرام کی اصلی وراثت انہی میں منتقل ہوتی ہے۔ البتہ یہ مقام از بس ارفع اور اعلیٰ ہے اور ہر عہد دور میں صرف چند نفوس عالیہ ہی ایسے ہوتے ہیں جن کا قدم ہمت امتحان گاہ مصائب و مہالک سے آگے بڑھ کر وہاں تک پہنچتا ہے اور اپنے عہد کے سب سے بڑے عمل حق کو انجام دے دیتا ہے۔ اس کے لئے نہ تو مجرد علم وتدریس کتب کام آتی ہیں۔ نہ رسوم ھئیات۔ زہد وانقطاع نہ مدارس ومعابد دینی کے غلغلہ و ہنگامہ فضیلت کو اس میں دخل ہے اور نہ صومعہ وخانقاہ کے گوشۂ انزاد کو، ان کے عہد میں علماء ومشائخ امت کی کمی نہیں ہوتی اور کچھ یہ بات بھی کہ مدرسے اجڑ جاتے ہیں اور خانقاہیں منہدم ہوجاتی ہیں بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کثرت وشہرت کے لحاظ سے اُن کا زمانہ علماء ومشائخ اُمت کا سب سے بڑا مجمع وماویٰ ہوتا ہے اور آبادیوں کی آبادیاں اصحاب علم و پیشوائی سے بھری نظر آتی ہیں تاہم مقام عزیمت ودعوت وقیام ہدایت کی اُن میں سے کسی کو توفیق نہیں ملتی۔ کوئی دامن رخصت میں پناہ لیتا ہے، کوئی گوشہ انزواوانقطاع میں صرف اپنی حفاظت و عافیت ڈھونڈتا ہے۔ کوئی راہ میں فتنہ وفساد کا شور سن کر صرف اسی کو کافی سمجھ لیتا ہے کہ اپنا دروازہ بند کر لے۔ کسی پر اضعف الایمان کا درجہ تنزل وتسعل اس طرح طاری ہوجاتا ہے کہ زبان یکسر گنگ اور دست عمل کو یک قلم شل پاتا ہے اور کسی کو نفس خادع اور خاطر فاسد ضلالتِ حیل ونفاق میں مبتلا کر کے سرگرم دنیا پرستی ودین فروشی کر دیتا ہے غرضیکہ سب کے سب یا نا چا مقام رخصت پر ہوتے ہیں یا ماواندۂ ضعف وبیچارگی اور یا مدہوش، غفلت وہوا پرستی، ان میں سے ایک حصہ غالب تو علماء سوا اور دعاۃ فتن ومنکرات کے زمرہ میں داخل ہوجاتا ہے۔ علماً وعملاً اور جو جماعت علماء حق کی باقی رہتی ہے وہ بھی ضعف کدۂ رخصت سے قدم باہر نہیں نکالتی اور حق پرستی کی بڑی سے بڑی بات اور تقویٰ وطہارت نفس کی بڑی

سے بڑی فضیلت یہ سمجھی جاتی ہے کہ اپنے قدم کو لغزش نہ ہو۔ جبکہ ایک دنیا امواج ظلمت وفساد میں ڈوب رہی ہے تو کنارۂ سلامتی پر قدم جمائے باقی رہ جائیں۔ گویا ایمان کا جو سب سے نچلا درجہ عامۂ ناس اور ضعفاء عمل کے لئے تھا وہی خواص اُمت اور ھداۃ ومرشدین ملت کے لئے بلندی وعروج کا سب سے اونچا مقام ہو جاتا ہے۔ اور سب سے بڑا متقی انسان وہ سمجھا جاتا ہے جس کے قدم جہاد بالقلب کی پائیں بساط سے پیچھے نہ ہٹیں۔ لیکن کوئی نہیں ہوتا جس کا عزم ایمانی توقف وسکون کی جگہ طالب اقدام وسبقت ہو۔ جو اپنے نفس کی نجات کی جگہ جماعت واُمت بلکہ نوع ارض کی نجات کا عشق رکھتا ہو۔ جس کا حوصلہ کار اور عزم راہ صرف اتنے ہی پر قالغ نہ ہو جائے کو خود نہیں ڈوبا۔ کیونکہ یہ ضعف و بیچارگی کا سب سے آخری درجہ ہے۔ فضیلت اور کرامت اس میں کیا ہوئی؟ بلکہ ہر وجود کا ڈوبنا اس کے لئے ماتم اور ہر قدم کی ٹھوکر اس کے لئے موت ہو۔ جبکہ دنیا اس کو بڑی بڑائی سمجھ رہی ہو کہ خود کنارے پر بچ جائیں تو وہ بتلا دے کہ خود بچنا نہیں بلکہ ڈوبتے ہوؤں کو بچانے کے لئے سمندر میں کود پڑنا بڑائی ہے۔ اور جب لوگ اپنے دروازے کو بند کر رہے ہوں تا کہ ان کے فتنہ فساد سے محفوظ ہو جائیں تو وہ اپنا دروازہ کھول دے کہ دکھلا دے کہ بند کر کے چھپ رہنے میں فضیلت نہیں ہے بلکہ کھول کر باہر نکلنے میں اور اگر امن نہیں ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ دروازہ کھولنے کا اصلی وقت یہی ہے نہ کہ بند کرنے کا۔ مقام عزیمت و رخصت کا یہی وہ فرق ہے جو ایک صاحب دل نے خانقاہ کے گوشۂ عزلت سے نکل کر شیخ شیراز کو بتلایا تھا۔

گفت آن گلیم خویش بدر مے برو زموج

دیں سعی مے کند کہ برآرد غریق را

تو اس وقت ایسا ہوتا ہے کہ سنت الٰہی اپنی عادت جاریہ کے مطابق قیام حق ودفع باطل کے لئے سرگرم انبعاث وظہور ہوتی ہے اور توفیق الٰہی اپنے کسی اصلح وامثل بندے کے قلب کا عزیمت دعوت کے لئے انشراح کر دیتی ہے اور اس کے قدم طریق کو منہاج نبوت پر ثابت ومستقیم فرما دیتی ہے وہ اپنے عہد کے تمام اصحاب علم وفضیلت اور ارباب صوامع ومدارس کو تنگنہائے رخصت وضعف میں پیچھے چھوڑ کر منزلوں آگے نکل جاتا ہے۔ فضاء علو ورفعت اس کو اپنی طرف کھینچتی اور سماء کمال وکرامت اپنی ساری بلندیوں کے ساتھ اس کے استقبال کے لئے دوڑتا ہے۔ گویا آسمان اس کے لئے اتر آتا ہے اور زمین اس کو خود بخود اچھالنے لگتی ہے۔ اس کی ہمت، رفعت، طلب اور اس کا حوصلہ متصاعد ومتارج کسی بلندی پر بھی نہیں رُکتا اور اونچی سے اونچی بلندی کو حضیض تسفل وتنزل سمجھتا ہے۔ مقام عظیمت دعوت کی جس بلندی تک بڑے بڑے کارفرمایان عہد کی نظریں بھی نہیں اُٹھ سکتی تھیں اور ضعفاز مان وبیچارگان رخصت کے وہم وگمان کو بھی اس تک بار نہ تھا۔ اس کا شہباز ہمت اور سیمرغ عزم اس کی چوٹیوں پر بھی جا کر دم نہیں لیتا اور پیوستہ سرگرم بال افشانی وہموارہ صغیر زنان بلند پرداز ہی رہتا ہے۔

مزید مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں:

پس اپنے عہد کا مجدد ومحی الملّت وہ شخص یا چند نفوس خاصہ ہوتے ہیں جو مجرد دعوت نہیں بلکہ عزائم امور ودعوت کی راہ میں قدم اٹھاتے ہیں اور قیام حق کا صور اس زور سے پھونکتے ہیں کہ یکایک فضاء ملت جنبش میں آ جاتی ہے اور تمام اموات غفلت اپنی اپنی قبروں کے اندر چونک اٹھتے ہیں اور اٹھ کر دوڑنے لگتے ہیں۔ یخرجون من الاجداث کانهم جراد منتشر مهطعين الى الداء اور ذالک یوم الخروج کا عالم طاری ہو جاتا ہے۔ یہی وہ مقام مخصوص ہے جو ہر عہد میں صرف ایک یا چند افراد عالیہ ہی کے حصہ میں آتا ہے اور گو کاروبار دعوت سے معاملات رکھنے والے بہت سے موجود ہوں مگر اس عہد کے فتح باب اور سلطانی وامر دعوت کی فضیلت ان کو نصیب نہیں ہوتی۔ سب ناچار ہوتے ہیں کہ اس فاتح عہد اور عازم وقت ہی کے حلقہ اتباع وذریات میں داخل ہوں۔ بہت ممکن ہے کہ ان میں بعض افراد کسی خاص شاخ علم وعمل میں درجہ بلند رکھتے ہوں۔ مگر اس معاملہ کے لئے وہ کچھ سود مند نہیں ہوتا اور فاتح دور کے آگے ان کو اطفال مکاتب کی طرح زانوئے ادب واستفادہ تہ کرنا ہی پڑتا ہے۔

اس عہد کے خزائن فیضان و برکات کی کنجی اس کے قبضہ میں دے دی جاتی ہے۔ پس طالبین فیضان اس کے حلقہ ارادت سے الگ رہ کر کچھ نہیں پا سکتے۔ اگر کسی نے بطریق استراق سمع کوئی کلمہ حقیقت حاصل بھی کر لیا تو اول تو وہ ثمر برکات نہیں ہوتا اور اگر ہوتا بھی ہے تو چونکہ عہد کی سلطانی فاتح و عازم دعوت ہی کو پہنچتی ہے۔ اس لئے وہ بھی بالواسطہ اس کے فیضان و بخشش میں سے شمار کیا جاتا ہے۔

گر گفتہ زعشق گہے حرف آشنا
آنہم حکایتست کہ از من شنیدہ"

جناب ابوالکلام فرماتے ہیں:

مجدد کا قدم ضرور ہے کہ منہاج نبوت پر ہو۔ پس اسی لئے کسی نہ کسی نبی سے مشابہت و مماثلت کا ہونا ضروری ہے۔ ایک لازمی امر ہے۔ اور علماء کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہ علماء کی موجودگی میں مجدد کی کیا ضرورت۔

مزید آپ فرماتے ہیں: پس جب انبیاء کرام علیہ السلام کی دعوت کے ظہور کے زمانوں میں بھی داعیان حق و آمرین بالمعروف وسارعون فی الخیرات قوم و ملک بالکل خالی نہیں ہوجاتا اور کچھ بقایا ارباب حق کا موجود رہتا ہے تو ظاہر ہے کہ ان کے اتباع وزیارت اور ورثاء ونقباء کے لئے کہ اصحاب عزیمت دعوت و مجددین اُمت انہی سے عبارت ہیں۔ ایسا ہونا کیوں ضروری ہو؟ اس اصل الاصول کو کسی حال میں بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ دعوت و قیام حق اور اصلاح و تربیت امم کا اصل سرچشمہ و مرکز مقام نبوت ہے اور ہر عہد و دور میں اس کا جس قدر بھی ظہور ہوتا ہے وہ سب اسی مقام سے ملحق و متصل۔ اور سب کی روشنی اسی شمس نظام و قوام عالم سے مکتسب اور مستنیر اور تمام انہار فیضان و سعادت کے لئے یہی سلسبیل نبوت مخرج و منبع کا حکم رکھتی ہے۔ عینا یشرب بھا عبا دالله یفجرو نھا تفجیرا اور کوئی قائم حق و داعی اصلاح و کاشف حقائق فوز و نصرت نہیں پاسکتا جب تک اس کا قدم منہاج نبوت پر واقع نہ ہوا ہو۔ اور اس کے تمام متاسی باسوۂ حسنہ نبوت و متبع بہ سنت و حکمت رسالت نہ ہوں اور اس راہ قاسی و تشبہ بالانبیاء میں جس داعی حق کا قدم جس حد تک پہنچتا ہے اسی حدود مقام کے مطابق کم و بیش ثمرات و برکات ظاہر و باطن حاصل ہوتے ہیں اور جس طرح وہاں اختلاف مدارج و مراتب بلحاظ حالات و مقتضیات وقت اور فضلنھا بعضھم علی بعض کا معاملہ واقعہ ہوا۔ اسی طرح تبعین و ورثاء انبیاء میں بھی فضلنا بعضھم علی بعض اور اختلاف مراتب و ثمرات و مفاضلہ حالات و برکات ظہور میں آیا۔ یہی حقیقت شیخ اکبر کی اصطلاح میں خصوص اور بعض اصحاب اشارات کی اصلاح میں نسبت کے لقب سے ظاہر کی گئی ہے کہ کسی واصل باللہ کا قدم تاسی و اتباع حسب استعداد و داعیات وقت کسی ایک نبی کی منہاج پر واقع ہوتا ہے اور کسی کا کسی دوسرے نبی کی منہاج پر اور اس کو بوجہ غلبہ مابہ الاختصاص اس نبی سے ایک خاص طرح کی نسبت حاصل ہوجاتی ہے۔ وللناس فی ما یعشقون مذاہب اور پھر یہ بھی ہے کہ کسی کا قدم جامعیۃ فص محمدیؐ کا تعاقب کرتا اور مقام جامعیۃ کبریٰ اور ع "آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری" کے اکتساب فیضان سے ایک کیفیت بوقلموں اور جلوہ حسن صدرنگ و گوناگوں پیدا کرتا ہے۔ ساری نزاع مصطلحات والفاظ کی ہے۔ حقیقت بحکم ع "عبارا تنا شتی و حسنک واحد" ایک ہے اور کوئی نہیں کہ پردہ برانداز ظواھر الفاظ و ظہور رسوم ہو اور نزاع صورت پرستان معنی ناآشنا کو ختم کردے۔

برافگن پردہ تا معلوم گردد
کہ یاراں دیگرے رامی پرستند

جب دعوت و اصلاح اُمت کا سرچشمہ و اصل مقام نبوت ٹھہرا اور تمام عوازم امور دعوت اسی سے ماخوذ اور اسی کے اسوہ سے متاسی تو ضرور ہے کہ عالم تجدید و احیاء شریعت کے بھی تمام کاروبار اسی اسلوب و نہج پر واقع ہوں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اصول و اساسات سے لے کر جزئیات و فرعیات اعمال تک ٹھیک ٹھیک اسی مقام کے حالات و منازل سے متشبہ و متخلق بل کالظل والعکس ظہور میں آئیں۔ بڑوں بڑوں کا عندیہ ہوتا ہے کہ وقت ساتھ نہیں دیتا اور سروسامان و اسباب کا رفراہم نہیں لیکن وقت کا عازم اور فاتح اٹھتا ہے۔ (مجدد وقت) اور کہتا ہے اگر وقت ساتھ نہیں دیتا تو میں اس کو ساتھ لوں گا اگر

سروسامان نہیں تو اپنے ہاتھوں سے تیار کرلوں گا۔ اگر زمین موافق نہیں تو آسمان کو اترنا چاہیے۔ اگر آدمی نہیں ملتے تو فرشتوں کو ساتھ دینا چاہیے۔ اگر انسان کی زبانیں گونگی ہوگئی ہیں تو پتھروں کو چیخنا چاہیے۔ اگر ساتھ چلنے والے نہیں تو کیا مذائقہ؟ درختوں کو دوڑنا چاہیے۔ اگر دشمن بے شمار ہیں تو آسمان کی بجلیوں کی بھی کوئی گنتی نہیں۔ اگر رکاوٹیں اور مشکلیں بہت ہیں تو پہاڑوں اور طوفانوں کو کیا ہوگیا ہے کہ راہ صاف نہیں کرتے۔ وہ زمانہ کا مخلوق نہیں ہوتا کہ زمانہ اس سے اپنی چاکری کرائے۔ وہ دنیا پہ اس لئے نظر نہیں ڈالتا کہ کیا کیا ہے جس سے دامن بھرلوں۔ وہ یہ دیکھنے آتا ہے کہ کیا کیا نہیں ہے جس کو پورا کردوں۔ اس کا مایہ ضمیر بخشش ولوال ہے طلب وسوال نہیں ستاروں سے تمام فضاء سمائی بھری پڑی ہے لیکن دمدار ستارے ہمیشہ طلوع نہیں ہوتے۔ یہی حال اصحاب عزائم کا بھی ہے وہ کائنات ہستی کا ایک بالکل الگ گوشہ ہے اور وہاں کے احکام وقوانین کو دنیا کے اعمال عادیہ پر قیاس کرنا غلطی ہے۔ ان کی قوت الٰہی ان کے وسائل غیر مختم۔ اُن کی ترقیاں لازوال اور ان کے تمام طریقے غیر مختم ہوتے ہیں۔ اللہ کی حکمت اور ربوبیت ان کو تمام خلق اللہ میں سے چن لیتی اور بحکم "واللہ یختص برحمة من یشاء" اپنی رحمتوں اور ربوبیتوں کے عجائب وخوارق ان کے لئے مخصوص کردیتی ہے۔ پھر ان کے معاملات میں نہ تو کسی دوسرے کا ساجھا ہوتا ہے نہ کسی مدعی کی وہاں تک رسائی۔"

آپ نے مجددین کی شان اور عظمت اور فضیلت سن لی کہ ایسا شخص منہاج نبوت پر قائم ہوتا ہے۔ مذکورہ تمام سطور اور بیان کے ٹھیک بیان کردہ قاعدہ کے مطابق ہی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے مجدد کا دعویٰ کیا اور فرمایا "مجھے مسیح ابن مریم سے نسبت نہیں مماثلت ومشابہت بھی ہے۔ اور مرزا صاحب کا زمانہ اور دور تمام گزرے زمانوں سے اپنے فتنوں، تاریکیوں اور ضلالتوں میں بہت بڑھا ہوا تھا اور یقیناً کسی مجدد، مصلح کو پکار رہا تھا اور مرزا صاحب کو خداوند کریم نے اپنی مخلوق میں سے چن کر مجددیت، محدثیت اور مسیحت کے مقام پر فائز کردیا اور انبیاء اکرام کی اصلی وراثت مسیح موعود علیہ السلام مجدد صد چہاردہم میں منتقل کردی اور خاتم النبیین وخاتم المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آج تک 14 عظیم الشان مجددین ومحدثین نے بحکم خداوندی فائز ہوئے اور زمانہ کی تاریکیوں کو نور حق سے منور کردیا اور مدقوق جسموں میں روح پھونک کر حقیقی زندگی عطا کی۔ جس قدر کوئی وقت نازک ہوتا ہے اور ضلالت وتاریکی زیادہ ہوتی ہے اسی قدر عظیم الشان صاحب علم وحکمت وفضیلت مجدد اور مصلح آتا ہے اور وہ بڑا شخص 14 ویں صدی کا مجدد حضرت مرزا غلام احمد قادیانی صاحب دنیا میں تشریف لائے اور خزانہ سعادت، شرف ومراتب کا ہر دروازہ، ہر رہرو طلبگار کے لئے کھول دیا۔ کون ہے جو اس خزانے کو لوٹے اور اس دولت وکامرانی سے جھولی بھرے۔ وقت گزرتا چلا جارہا ہے، ہوش کریں وگرنہ زندگی کے دامن میں آہ وفغاں ہی باقی رہ جاوے گی۔ (جاری ہے)

عید

اعظم علوی مرحوم ومغفور

عید آتی ہے اس کو آنے دو
زخم بھرنے میں دیر لگتی ہے

ماہِ رمضان میں بھی بجھ نہ سکی
آگ سینے میں جو سلگتی ہے

اب یہ عالم ہے ضبط پیہم کا
سانس کے ساتھ جاں نکلتی ہے

☆☆☆☆

اسلام پر اعتراضات کے جوابات ۔۲

مولانا نیاز محمد فتح پوری کے علمی مغالطوں کا تنقیدی جائزہ

قرآن مجید کے متعلق مولانا کے شبہات اور ان کے جوابات

پروفیسر غلام رسول چیمہ ۔ (ایم ۔ اے، ایل ایل بی)

مولانا فتح پوری کی علمی غلطی کی وجہ

علامہ صاحب علمی شخصیت کے مالک ہیں لیکن کسی صاحب علم شخصیت کا علمی مغالطہ میں پڑ جانا کوئی بعید نہیں ۔ اسی علمی مغالطہ میں بنو عباس کے دور کے علماء بھی پڑے تھے اور علماء ربانی نے ان کے مغالطہ کی اصلاح کی ۔ وہ مغالطہ آج بھی کتب میں لکھا ہوا پایا جاتا ہے ۔ آج خال خال معتزلہ کے نقطہ نظر کے حامی نظر آئیں گے اور انہی میں سے ایک محترم شخصیت مولانا نیاز محمد فتح پوری کی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ خاکسار تو اُن کی علمی شخصیت کے سامنے ہیچ ہے لیکن علماء ربانی کے علم کلام کی روشنی میں مولانا نیاز فتح پوری کے علمی مغالطہ پر قلم اٹھا رہا ہوں ۔

مولانا کے رسالہ ''نگار'' کا مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ موصوف وحی کی کیفیت و ماہیت سے کچھ زیادہ واقف نہیں ہیں اور انہوں نے وحی کی تعریف بھی عربی لغت سے ہٹ کر کی ہے ۔ مولانا لکھتے ہیں:

''وحی کے لغوی معنی اشارہ سریع یا الہام یا سرعت کے ہیں ۔ اُردو میں اس کا صحیح مفہوم ''برمحل سوجھ بوجھ'' کے فقرہ سے ظاہر کیا جا سکتا ہے ۔'' (نگار جولائی 1940ء ص59) ۔ مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اس صورت میں الہام یا وحی سے مراد وہ تاثرات ہوں گے جو ایک انسان یا رسول کے دل و دماغ میں پیدا ہوتے ہیں ۔'' مولانا نے پہلے تو امام راغب کے عام لغوی معنی لکھے ہیں ۔ اس کے بعد لفظ ''وحی'' کا اپنا خود تراشیدہ مفہوم ''برمحل سوجھ بوجھ'' کر دیا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی ماہر لغت نے بھی یہ معنی نہیں کیے ۔ جب ہم ماہرین لغت عربی کے بیان کردہ معانی پر نظر دوڑاتے ہیں تو وحی کے معنی لغت میں حسب ذیل ہیں:

الوحی الاشارۃ الکتابۃ والرسالۃ والکلام الخفی و کل ماالقیہ الی غیر یعنی وحی کے معنی اشارہ کرنا ۔ لکھنا، پیغام دینا، دل میں ڈالنا، چھپ کر بولنا اور جو کچھ تم کسی دوسرے کے خیال میں ڈالو ۔ کسائی عرب کا محاورہ لکھتا ہے: وحیت الیہ بالکلام و اوحیہ الیہ ھو ان تکلم بکلام تخفیۃ من غیرہ یعنی کسی سے اس طرح کلام کرو کہ اس کو دوسروں سے چھپاؤ ۔

ابو اسحاق لغوی کہتا ہے: اُصل الوحی فی اللغۃ کلھا اعلام فی خفاء یعنی وحی کا اصل مفہوم تمام لغت میں چھپا کر اطلاع دینا ہے ۔ مفردات میں امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں: اصل الوحی الاشارۃ السریعۃ لتضمن اسرعۃ قبل امر وحی ذاک یکون بالکلام علی سبیل الرمز والتعریض وقدیکون بصوت مجرد عن الترکیب وباشارۃ ببعض الجوارح وبالکتابۃ یعنی وحی کے اصل معنی ہیں ۔ اشارہ سریعا سے سرعت یعنی جلدی کی وجہ سے کہا جاتا ہے ۔ امر وحی یعنی جلد سے جلد ظاہر ہونے والی بات ۔ اور یہ کبھی تو گفتگو سے ہوتی ہے کبھی اشاروں سے ہوتی ہے اور کبھی تحریر کے ذریعے ہوتی ہے ۔

''اقرب الموارد'' میں ہے:

وحی الیہ اشارہ (اشارہ کیا)

وحی واوحی الکتاب کتب (لکھ)

وحی الیہ الکلام کلمہ خفیا (آہستہ بولا)

وحی الرجل اسرع (تیزی اختیار کی)

وحی الذبیحۃ ذبحھا ذبحاً وحیاً (سرعت کے ساتھ ذبح کر دیا)

وحی اللہ فی قلبہ الھمہ (الہام کیا)

وحی الیہ ارسل اللہ رسولا (رسول بھیجا)

مذکورہ بالا معانی کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی کے لفظ کے معنی میں سرعت، اشارہ اور اخفا کا مفہوم مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ کسی ماہر لغت عربی کے معنی مولانا کے معنی وحی پر منطبق نہیں ہوتے۔ لہٰذا مولانا کی علمی لغزش کی بڑی وجہ عربی زبان کے ماہرین سے ہٹ کر معنی کرنا ہے۔

دوسری وجہ

(۱) مولانا صاحب کی غلطی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں لفظ ''وحی'' مختلف مواقع پر مختلف مفاہیم میں استعمال ہوا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

''اور ہر آسمان میں اس کا امر وحی ہے''۔(12:41)

(۲) ''جب زمین اپنا ہلانا ہلائی جائے گی اور زمین اپنا بوجھ باہر نکال پھینکے گی۔ اور انسان کہے گا اسے کیا ہوا ہے؟ اس دن وہ اپنی سب خبریں (زبان حال) سے بیان کر دے گی۔ کیونکہ تیرے رب نے اس کے لئے وحی کی ہے۔''

(5-1:99)

پہلی مثال میں خدا کا آسمانوں اور زمین سے کلام کرنا اور آسمانوں کی طرف وحی بھیجنا ظاہر کرتا ہے کہ ایک قسم کی ایسی وحی بھی ہے جس کے ذریعے قوانین الٰہیہ اس وسیع کائنات میں کام کر رہے ہیں۔

دوسری آیت میں اس انقلاب عظیم کو بھی ایک قسم کی وحی قرار دیا ہے جو زمین پر لایا جاتا ہے۔

(۳) ''اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ پہاڑوں پر گھر بنا۔'' (النحل 68:16)

اس آیت کریمہ میں شہد کی مکھی جو عمل اپنی طبعی حس سے کرتی ہے اس کو وحی کا نام دیا گیا ہے۔

(۴) ''جب تیرا رب فرشتوں کو وحی کرتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ سو جو ایمان لائے ان کو ثابت قدم رکھو۔'' (الانفال 12:8)

اس آیت میں وحی فرشتوں کو کی گئی ہے۔

(۵) حضرت مسیحؑ کے حواریوں کے لئے: ''اور جب میں نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔'' (المائدہ 111:5)

(۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف: ''اور موسیٰ کی ماں کو ہم نے وحی کی کہ اسے دودھ پلائے پھر جب اس کے متعلق تجھے خوف ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈرنا اور نہ غم کرنا۔ ہم اسے تیری طرف واپس لائیں گے اور مرسلوں میں سے بنائیں گے۔'' (القصص 7:28)

پانچویں اور چھٹی مثال میں وحی غیر نبی کو کی گئی ہے۔ جس سے مراد وحی ولایت اور مبشرات ہیں۔

(۷) ''بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں وحی کرتے ہیں کہ وہ تم سے جھگڑتے ہیں۔'' (الانعام 121:6)

(۸): ''اور اسی طرح ہم نے ہر ایک نبی کے لئے انسانوں اور جنوں میں سے شیطان کو دشمن بنایا اور دھوکا دینے کے لئے ایک دوسرے کے دل میں طمع کی باتیں ڈالتے رہتے ہیں۔'' (الانعام 112:6)

نمبر 8,7 آیت میں وحی کی نسبت شیطان کی طرف ہے اور وحی کرنے والا شیطان ہے۔

مذکورہ بالا قرآنی آیات میں وحی کا لفظ استعمال ہوا ہے اور ہر جگہ وحی کا مفہوم مدلول کی مناسبت سے متعین کیا جائے گا۔ مولانا صاحب کی یہ غلطی ہے کہ وحی کے معنی کا تعین عبارت کی مناسبت سے نہیں کرتے بلکہ ہر جگہ اس کو فطری ذہانت و افتاد یا طبعی صلاحیت کے مفہوم میں لے لیتے ہیں (نگار اگست 45 ص 62) جو اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز میں رکھی ہوئی ہے۔ جیسا کہ ارض و سما اور

شہد کی مکھی کے اندر مخفی قوت رکھی ہوئی ہے جس کے تحت وہ کام کر رہے ہیں۔ مولانا صاحب نے بھی نبی کی وحی کو بھی اس زمرہ میں شامل کیا ہوا ہے۔ اس لئے اس کا مفہوم ''سوجھ بوجھ'' لیتے ہیں۔ یہ ان کی فاش غلطی ہے حالانکہ قرآن مجید میں نبی کی وحی نبوت کے متعلق یہ خود وضاحت کر دی ہے:

او یرسل رسولا فیوحی باذنه مایشاء (الشوریٰ 42:51) یا رسول بھیجے اور اپنے حکم سے اس کے ذریعے جو جی چاہے وحی کرے یعنی نبی کی طرف وحی رسول (جبرائیل) لے کر آتا ہے۔ اسی طرح غیر نبی کی طرف وحی کرنے کی وضاحت بھی قرآن مجید کی اس آیت میں ہے: من ورای حجاب یعنی غیر نبی پر وحی جبرائیل لے کر نہیں آتا۔ من ورای حجاب کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔ جس طرح لفظ وحی مختلف مواقع پر مختلف معنوں میں قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے اسی طرح لفظ رسول بھی ہے۔ بعض جگہ صرف پیغامبر کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور بعض جگہ اصطلاحی مفہوم میں یعنی اللہ کی طرف سے وحی نبوت دے کر بھیجا ہوا پیغمبر۔ لہٰذا الفاظ کے معانی متعین کرنے کے لئے موقع محل کا جاننا ضروری ہے۔

ہر زبان میں ایک ہی لفظ مختلف مواقع پر استعمال ہونے کی وجہ سے مختلف مفہوم دیتا ہے۔ جیسے اُردو زبان میں چلنے کا لفظ مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً اونٹ چل رہا ہے۔ مشین چل رہی ہے۔ میرا حساب کتاب اس سے چل رہا ہے۔ تینوں فقروں میں لفظ ''چل'' مختلف مفاہیم میں آیا ہے۔ اونٹ کا چلنا، مشین کا چلنا اور حساب کتاب کا چلنا ایک جیسا نہیں۔ دنیا کی ہر زبان میں یہی طریقہ ہے۔ موقع محل کے مطابق معنی متعین کیے جاتے ہیں۔ گویا زبان میں ایک ہی لفظ مختلف معانی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اس لئے موقع محل کی رعایت سے معنی کرنا ضروری ہے۔

اعتراض: قرآن مجید مخلوق ہے اور فنا ہونے والی چیز ہے لہٰذا وہ خدا کا کلام نہیں

علامہ نیاز فتح پوری نے جہاں وحی کی کیفیت اور نوعیت کے بارے میں اختلاف کیا ہے جس کا رد کیا جا چکا ہے، وہاں انہوں نے قرآن مجید کے متعلق بھی چند شبہات کا بھی ذکر کیا ہے۔ ان شبہات کو ان کے ہی الفاظ میں درج کیا جاتا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:

نگار:

''قرآن مجید کو خدا نے پیدا کیا ہے۔ قرآن مجید مخلوق ہے اور فنا ہونے والی چیز ہے۔ لہٰذا وہ خدا کا کلام نہیں ہے یا خدا کے ساتھ از خود وہ بھی وجود میں آیا ہے۔ دوسری صورت فرض کرنا ممکن نہیں۔ کیونکہ اس طرح قرآن کو بھی خدا کی طرح قدیم ماننا پڑے گا۔ حالانکہ قدیم صرف ذات خدا کی ہے۔ اگر اول صورت مانی جائے تو قرآن کو شے مخلوق ماننا پڑے گا۔ لیکن ''شے'' کے متعلق یہ ارشاد ہے: ''کہ ہر شے اس کے علاوہ ہلاک ہونے والی ہے۔'' اس لئے یہ نتیجہ نکلا کہ قرآن فنا ہو جانے والی چیز ہے اس لئے وہ خدا کا کلام نہیں ہو سکتا۔'' (نگار اگست 1940ء)

جواب: قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کے بارے میں علماء کرام میں بنو عباس کے دور سے اختلاف چلا آ رہا ہے۔ دراصل یہ اختلاف اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں باہمی تعلق کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ بعض علماء صفات اللہ کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا عین گردانتے ہیں یعنی خود ذات الٰہی میں ان صفات کا منشا پایا جاتا ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ ذات سے علیحدہ ہو کر اس میں اس طرح پائے جاتے ہیں جیسا کہ ہم کائنات میں دیکھتے ہیں۔ اور یہی اشتباہ علامہ فتح پوری کے دماغ میں پیدا ہوا ہے کہ اگر قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا کلام قرار دیا جائے تو اس سے قرآن مجید ''شی مخلوق'' قرار پائے گی اور ہر مخلوق ہلاک ہونے والی ہے۔ لہٰذا قرآن مجید بھی فنا ہونے والی چیز ہے۔ دوم قرآن کو اللہ تعالیٰ کے وجود کے ساتھ ماننے کو وہ تیار نہیں کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قرآن مجید کو بھی قدیم ماننا پڑے گا اور یہ محال ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات اس کی ذات میں بالقوہ ہمہ وقت موجود ہیں اور بالفعل اس وقت ہوتی ہیں جب وہ ارادہ کرتا ہے جیسا کہ

قرآن مجید میں آتا ہے ''تیرا رب جو چاہے کر گزرے'' (107:11)۔ دوسری جگہ آتا ہے۔ ''اس کا حکم جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے صرف یہی ہوتا ہے کہ اسے کہتا ہے ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔'' (83:36) محض اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہی اس چیز کو نیست سے وجود میں لے آتا ہے۔ اسلام کا خدا قادر مطلق ہے وہ اپنے ارادہ سے نیست سے ہست اور ہست سے نیست کرسکتا ہے۔ گویا دنیا میں تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی صفات کا اظلال ہیں اور قرآن مجید بھی اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کا ظل اور ظہور ہے۔

کلام کی تین حیثیتیں ہوتی ہیں ۔ ایک حیثیت متکلم میں کلام کرنے کی استعداد، دوسری حیثیت تکلم سے پہلے اس کے ذہن میں مطالب اور تیسری حیثیت ان مطالب کو جامۂ الفاظ کا پہنانا۔ یہی تینوں حیثیتیں اللہ تعالیٰ کی ذات میں پائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کلام کی صفت پائی جاتی ہے اور دنیا کی ہدایت کے لئے مطالب اور تعلیمات کا بھی احاطے کیے ہوئے ہیں اور جب ان مطالب اور تعلیمات کو بنی نوع انسان کی راہنمائی کے لئے نازل کرنا مقصود ہو تو کسی نبی پر جبرائیل کے ذریعے الفاظ کے لباس میں نازل کر دیئے جاتے ہیں۔

اب کلام الٰہی کی دو صورتیں نکل آئیں: نفسی کلام اور لفظی کلام۔ پہلی دونوں حیثیتیں نفسی کلام کی ہیں۔ یہ حادث اور مخلوق نہیں بلکہ قدیم ہے۔ تیسرا درجہ یا حیثیت جس کا اصطلاحی نام ''کلام لفظی'' ہے اپنے وجود خارجی کے اعتبار سے حادث اور مخلوق ہے۔

کلام لفظی، کلام نفسی اور آثار میں سے ہے۔ کلام نفسی قدیم اور اللہ تعالیٰ کی ذات کا عین ہے جب کہ کلام لفظی مخلوق اور حادث ہے۔ یہ وہ بنیادی مسئلہ ہے جس کو علامہ نیاز فتح پوری صاحب سمجھ نہیں سکے۔ اور کلام نفسی سے انکاری ہیں۔ کلام لفظی حروف اور اصوات سے مرکب ہوتا ہے۔ اس کا حادث ہونا خود اہل سنت کو مسلم ہے۔ اس بارہ میں علماء اہل سنت اور علامہ نیاز فتح پوری اور ان کے ہم خیال علماء میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ علم کلام کی مشہور کتاب ''مواقف'' میں یہ موقف اختیار کیا گیا ہے:

اذا عرفت هذا فاعلم ان ما يقوله المعتزلة وهو خلق الاصوات والحروف و كونها حادثة قائمة فنحن نقول به ولا نزاع بيننا وبينهم في ذالك وما نقوله من كلام النفس فهم ينكرون ثبوته ولو سلموه لم ينفوا قدمه فصار محل النزاع نفي المعنى واثباته

یعنی معتزلہ اصوات اور حروف اور اس کے مرکب کو حادث کہتے ہیں اور ہم (علماء اہل سنت) بھی یہی کہتے ہیں۔ اس بارے میں ہمارے اور ان کے درمیان کوئی نزاع نہیں ہے۔ ہم کلام النفس کے قائل ہیں وہ اس کے ثبوت سے انکار کرتے ہیں۔ اگر وہ اس کو تسلیم کر لیتے تو اس کے قدیم ہونے کی نفی نہ کرتے پس معنی اور اس کا اثبات محل نزاع ہو گیا ہے یعنی کلام نفسی اور اس کا اثبات وجہ نزاع ہے۔ محقق دوانی ''شرح عقائد جلالی'' میں فرماتے ہیں:

لانزاع بين الشيخ (الاشعری) والمعتزلة في حدوث الكلام اللفظي انما نزاعهم في اثبات الكلام النفسي وعدمه۔ یعنی شیخ اشعری اور معتزلہ کے درمیان کلام لفظی کے حادث ہونے میں کوئی اختلاف نہیں صرف نزاع کلام نفسی اور اس کے نہ ہونے کے اثبات میں ہے۔ یعنی معتزلہ کلام نفسی کے اثبات کے منکر ہیں اور علماء اہل سنت کلام نفسی کو تسلیم کرتے ہیں۔

اصولی طور پر یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ جب کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کی منشاء کے تحت وجود میں آجائے تو وہ شے مخلوق اور حادث ہے۔ علامہ صاحب نے جو قرآنی آیت نقل کی ہے کہ سوائے اللہ کے ہر شے فانی ہے۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ ہر مخلوق پر فنا آئے گی صرف اللہ کی ذات ہی فنا سے منزہ ہے کیونکہ وہ خالق ہے۔

علامہ نیاز فتح پوری کا یہ کہنا کہ صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ذات قدیم ہے، ایک مبین مغالطہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح اس کی صفات بھی قدیم ہیں۔ کلام نفسی بھی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے لہٰذا یہ صفت بھی قدیم ہے۔

خلاصہ کلام:

(۱) کلام الٰہی کا اطلاق کلام نفسی اور کلام لفظی دونوں پر ہوتا ہے۔

(۲) کلام نفسی اللہ تعالیٰ کی ذات کا عین ہے اور قدیم ہے۔ جب کہ کلام لفظی حادث اور مخلوق ہے۔

(۳) کلام لفظی حادث اور مخلوق ہونے کے باوجود اس لحاظ سے کلام الٰہی ہے کہ وہ کلام نفسی کا ظل ہے۔ ظل اپنے اصل سے جدا نہیں ہوتا۔ اور کلام لفظی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر نازل کیا ہے اور نبی صرف اس کلام کو لوگوں تک پہنچانے والا ہوتا ہے۔

دوسرا شبہ جو علامہ نیاز فتح پوری کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ علامہ صاحب قرآن مجید کو منزل من اللّٰہ نہیں مانتے بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام تصور کرتے ہیں۔ اسی طرح متعدد مستشرق اور ستیارتھ پرکاش کے مصنف کا بھی یہی اعتراض ہے (چودھواں باب اعتراض 135)۔ اس پر سیر حاصل بحث ہو چکی ہے۔ صرف سلسلہ کلام کو جاری رکھنے کے لئے چند قرآنی آیات درج کی جاتی ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قرآن مجید لفظاً و معناً اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلعم پر نازل فرمایا۔ ارشاد الٰہی ہے:

''یقیناً اس (جبرائیل) نے تو اللہ کے حکم سے اس کو تیرے دل پر اتارا۔''
(98:2)

''اور یہ جہانوں کے رب کی طرف سے اتارا ہوا جبرائیل امین اسے لے کر تیرے دل پر اترا ہے۔'' (192:26-194)

''کہہ روح القدس (جبرائیل) نے تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ اتارا ہے۔'' (نحل 102:16)

یہ آیات ظاہر کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے قرآن مجید کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مطہر پر نازل کیا۔ یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف نہیں۔

''اس کے ساتھ اپنی زبان کو مت ہلا تا کہ اسے جلدی لے لے۔ ہمارے ذمہ اس کا جمع کرنا اور پڑھنا ہے۔'' (قیامۃ 16:75، 17)۔ یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ جب جبرائیل علیہ السلام قرآن مجید کی آیات لے کر اترتے تھے تو رسول کریم صلعم اس کو یاد کرنے کی غرض سے جلد زبان ہلانے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اگر قرآن مجید رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہوتا تو جلد زبان ہلانے کا کیا مطلب۔ اس کے ساتھ ہی یہ پیشگوئی فرما دی: ''اس قرآن کا جمع کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے'' اس لئے اس کی کوئی بھی چیز ضائع نہیں ہو سکتی۔

پھر فرمایا: ''پس جب ہم اس کو پڑھیں تو تو اس کے پڑھنے کی پیروی کر۔ پھر ہمارے ذمہ اس کا کھول کر بتانا ہے۔'' (القیامۃ 18:75، 19)۔ آیت 18 ظاہر کرتی ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا تھا اور آپ کو حکم دیا کہ ''تو اس کے پڑھنے کی صرف اتباع کر''۔ دوسری یہ بات بیان کی کہ ''اس کو کھول کر بیان کرنا بھی میری (اللہ تعالیٰ) ذمہ داری ہے یعنی اس کی تفہیم بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگی۔

قرآن مجید میں نماز، روزہ، حج یا دیگر امور زندگی کے متعلق ذکر ہے۔ جن کا بیان (تفسیر) بھی وحی خفی کے ذریعے آپ کو بتا دیا۔ گویا قرآن مجید کے الفاظ وحی متلو ہیں اور بیان (تفسیر) وحی خفی ہے۔ گویا قرآن کے الفاظ ہوں یا اس کا بیان دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

پھر فرمایا: ''ہم نے یہ قرآن عربی میں اتارا تا کہ تم سمجھو۔ ہم اس قرآن کو تیری طرف وحی کرنے سے تجھے نہایت اچھے بیان سناتے ہیں گو آپؐ اس سے پہلے ناواقف تھے۔'' (یوسف 2:12، 3)

ان آیات میں دو باتوں کا ذکر کیا گیا ہے ایک تو یہ کہ قرآن مجید عربی زبان میں اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے۔ دوم یہ کہ اس میں ایک قصہ (حضرت یوسف علیہ السلام کا) بیان کیا گیا ہے جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ناواقف تھے۔ اس کے بعد فرمایا:

''یہ غیب کی خبروں میں سے ہیں جو ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں۔''
(یوسف 102:12)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُمی تھے۔ آپؐ کے پاس تاریخی واقعہ کے جاننے کے لئے کوئی ذریعہ اور وسیلہ نہیں تھا۔ رسول کریم صلعم کے لئے وہ غیب کا درجہ رکھتا تھا۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہ غیب کی خبر علام الغیوب کی طرف سے ہے۔ یہ آیات ظاہر کرتی ہیں کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو رسول کریم صلعم پر نازل کیا گیا۔

دیگر انبیاء علیہم السلام کے قصص تاریخی ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔

وہ سب آپ ؐ کے لئے غیب کا درجہ رکھتے تھے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ؐ پر اس غیب کے پردے کو کھول دیا اور وحی کے ذریعے اطلاع دے دی۔حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

''ہم تجھ پر موسیٰ اور فرعون کی خبر سے کچھ حق کے ساتھ پڑھتے ہیں۔''

(القصص 3:28)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ماضی کی خبروں سے ہی مطلع نہیں کیا گیا بلکہ مستقبل کی خبروں سے بھی آگاہ کیا گیا۔جن سے قرآن مجید بھرا پڑا ہے۔یہی غیب کی خبریں واضح کرتی ہیں کہ قرآن مجید علام الغیوب خبیر و علیم ہستی کی طرف سے رسول کریم صلعم پر نازل کیا گیا۔علاوہ ازیں قرآن مجید کی نسبت بار بار یہ اعلان کیا گیا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے اتارا گیا ہے۔آیات ذیل ملاحظہ فرمائیں:''جہانوں کے رب کی طرف سے اتارا گیا۔''(الواقعہ 80:56)

''اور یہ جہانوں کے رب کی طرف سے اتارا ہوا ہے''(الشعراء 192:26)

''غالب رحم والے نے اتارا۔''(یسین 5:36)

''کتاب کا نازل کرنا اللہ بے انتہاء رحم والے بار بار رحم کرنے والے کی طرف سے۔''(حم سجدہ 2:41)

''بے شک ہم نے ہی یہ نصیحت (قرآن) کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''(الحجر 9:15)

ان آیات میں بھی قرآن مجید کے نزول کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔اس کے ساتھ یہ بھی بیان کر دیا کہ اس کی لفظی اور معنوی حفاظت بھی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

قرآن مجید ان آیات سے بھرا پڑا ہے جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔قرآن مجید میں ایک بھی ایسی آیت نہیں ہے جس سے یہ اشتباہ پیدا ہوسکتا ہے کہ قرآن مجید رسول کریم صلعم کا کلام ہے۔یہ ایک حیران کن بات ہے کہ کوئی یہ بیان کرے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ رسول کریم صلعم کا کلام ہے۔

(ماخوذ از ''سیرت سید البشر'' مصنفہ پروفیسر غلام رسول چیمہ، جلد سوم، ص ص 152-155)

ارشادات حضرت مسیح موعودؑ

تقویٰ باقی ہے تو سب کچھ باقی ہے

خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تقویٰ ایک ایسا درخت ہے جس کو دل میں لگانا چاہیے۔وہی پانی جس سے تقویٰ پرورش پاتی ہے تمام باغ کو سیراب کر دیتا ہے۔تقویٰ ایک ایسی جڑھ ہے کے اگر وہ نہیں تو سب کچھ ہیچ ہے اور اگر وہ باقی ہے تو سب کچھ باقی ہے۔انسان کو اس فضولی سے کیا فائدہ جو زبان سے خداطلبی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن قدم صدق سے نہیں رکھتا۔دیکھو میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ آدمی ہلاک شدہ ہے جو دین کے ساتھ کچھ دنیا کی ملونی رکھتا ہے۔اور اس نفس سے جہنم بہت قریب ہے۔جس کے تمام ارادے خدا کے لئے نہیں ہیں۔بلکہ کچھ خدا کے لئے اور کچھ دنیا کے لئے۔پس اگر تم دنیا کی ایک ذرّہ بھی ملونی اپنے اغراض میں رکھتے ہو تو تمہاری تمام عبادتیں عبث ہیں۔اس صورت میں تم خدا کی پیروی نہیں کرتے بلکہ شیطان کی پیروی کرتے ہو۔تم ہرگز توقع نہ کرو۔کہ ایسی حالت میں خدا تمہاری مدد کرے گا۔بلکہ تم اس حالت میں زمین کے کیڑے ہو اور تھوڑے ہی دنوں تک تم اس طرح ہلاک ہو جاؤ گے۔جس طرح کیڑے ہلاک ہوتے ہیں۔اور تم میں خدا نہیں ہوگا۔بلکہ تمہیں ہلاک کر کے خدا خوش ہوگا۔لیکن اگر تم اپنے نفس سے درحقیقت مر جاؤ گے۔تب خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا۔

(انتخاب از کتاب الوصیت صفحہ نمبر ۱۶ تا ۲۳)

انگریزی سے ترجمہ: ہما خالد، ایم۔اے

برلین مسجد میں تبلیغی سرگرمیاں

رپورٹ ماہ مئی 2017ء

از: عامر عزیز، ایم اے (امام برلین مسجد)

بین المذاہب یک جہتی کا جلوس

4 مئی: بین المذاہب یک جہتی کے لئے ایک جلوس کا اہتمام کیا گیا۔ مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے یہ جلوس برلن مسجد کے سامنے اختتام پذیر ہوا۔ متفرق شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد یہودی اور عیسائی عبادت گاہوں سے ہوتے ہوئے شام 5 بجے برلین مسجد پہنچے۔ جہاں جماعت احمدیہ لاہور کے ممبران کی جانب سے استقبال اور مشروبات سے تواضع کی گئی۔ بعدازاں ''اسلام کی امن پسند تعلیمات اور مسجد کی تاریخ'' سے متعلق شرکاء کو پریذ ٹیشن دی گئی اوران کے سوالات کے جواب دیئے گئے۔

جناب کلاس ڈائٹر گلو روہلر، جرمن رکنِ پارلیمنٹ وفد کی نمائندگی کر رہے تھے۔ اسلام کے نقطہ نظر کو پیش کرنے کے لئے یہ ایک انتہائی مفید اور اہم پروگرام تھا۔

جرمن ترجمہ قرآن مجید کی 1200 کاپیوں کا تحفہ

5 مئی: ابھی حال ہی میں جماعت اوہائیو امریکہ کی جانب سے قرآن مجید کے جرمن زبان میں ترجمے کے 700 نسخے موصول ہوئے ہیں۔ یہ نسخے جناب اعزازالٰہی ملک صاحب مرکزی انجمن لاہور کے نائب صدر کی جانب سے عطیہ کیے گئے۔ یاد رہے ایک سال قبل بھی انہوں نے 500 کاپیاں جرمن ترجمہ قرآن کی برلن مشن کو بطور عطیہ بھجوائی تھیں۔ اس طرح انہوں نے کل 1200 قرآن کے نسخہ جات عطیہ کیے۔ انہوں نے نہ صرف ان تمام کاپیوں کی قیمت ادا کی ہے بلکہ ان کی ترسیل کے اخراجات بھی ادا کئے ہیں۔ ملک صاحب مختلف تراجم کے لئے گرانقدر عطیہ جات دیتے رہتے ہیں اور اپنے بڑے بھائی ڈاکٹر نعمان الٰہی ملک کے دینی کاموں میں ان کے ساتھ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہتے ہیں۔ انہوں نے اپنے بزرگوں کی روایات کو برقرار رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ آمین

حضرت بدھ کی سالگرہ کی تقریبات میں شرکت

6 مئی: برلین میں واقع ایک چینی گرجا گھر میں حضرت بدھ کی سالگرہ کا اہتمام کیا گیا۔ یہ محفل ایک بڑے پیمانے پر منعقد کی گئی جس میں بہت سی سرگرمیوں کا انتظام تھا۔ امام مسجد برلین کی جانب سے سالگرہ کا کیک پیش کیا گیا جسے از حد سراہا گیا۔

قبولیت اسلام

12 مئی: ناروے کے رولف بارٹر صاحب نے برلن مسجد میں امام مسجد برلین کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ موصوف کو قرآن مجید کا انگریزی زبان میں نسخہ پیش کیا گیا۔ علاوہ ازیں جناب رولف صاحب کو ڈاکٹر زاہد عزیز صاحب کی انگریزی میں کتاب ''اسلام کا تعارف'' اور حضرت مولانا محمد علی صاحب کا کتابچہ ''اسلام میں جہاد کا صحیح مفہوم'' بھی پیش کی گئیں۔ اللہ

تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسلام کے بارے میں ان کا علم اور وسیع ہو۔ آمین

تاتارستان سے ایک مقتدر عالم کی آمد

19 مئی: برلین کی محترمہ خاتون سکالر ڈاکٹر گارڈین یونکر کے ہمراہ ایک خاتون سکالر پروفیسر ڈاکٹر ڈیلیارہ عثمانوہ نے مسجد کا دورہ کیا۔ تاتار کی تاریخ میں محترمہ کی خاص دلچسپی ہے اور بالخصوص جنگ عظیم دوم سے پہلے اور اس کے دوران برلین میں تاتاری مسلمانوں کی سرگرمیوں کا مطالعہ ان کا خاص موضوع ہے۔

محترمہ کے پاس انتہائی اہم معلومات کا ذخیرہ ہے۔ ان کا قیام 2 گھنٹہ طویل رہا۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ آئندہ وہ تمام متعلقہ دستاویزات اپنے ہمراہ لائیں گی۔ ڈاکٹر یونکر نے امام مسجد برلین کے ساتھ مل کر ان کو حضرت مسیح موعود کا اسلام کے متعلق نظریات اور جماعت احمدیہ لاہور کے مشن کے بارے میں تفصیل سے آگہی دی۔

اسکول کے طلباء کی برلین مسجد میں آمد

19 مئی: لوخنیتز گون شول سکول کے طلباء اپنے اساتذہ کے ہمراہ مسجد تشریف لائے۔ حسب معمول سب سے پہلے پریذیٹیشن دی گئی اور پھر طلباء نے عملی طور پر نماز پڑھنے کی مشق کی ۔ بہت سے طلباء نے امام بن کر بھی نماز پڑھانے کا تجربہ کیا۔ بچوں کے لئے یہ ایک معلوماتی اور تفریحی دورہ تھا۔ طلباء کے دلوں میں اسلام سے آگہی حاصل کرنے کا یہ ایک انتہائی خوشگوار تجربہ تھا۔ اُمید ہے یہی طلباء آئندہ اسلام کا دفاع کرنے کا ذریعہ بنیں گے۔

لانگ نائٹ اور چرچ اوپنگ ڈے کی سالانہ تقریبات

25 مئی: برلن میں لانگ نائٹ اور یوم چرچ منانے کی سالانہ تقریبات کا بڑے پیانہ پر مقامی تنظیمیں اور لوکل انتظامیہ مل کر اہتمام کرتے ہیں۔ اس موقع پر آئندہ ہونے والے پروگراموں اور جملہ انتظامات کا جائزہ لیا گیا۔

دنیا بھر سے 10 لاکھ سے زائد افراد اس خاص موقع میں شرکت کے لئے جرمنی تشریف لاتے ہیں۔ ایسے موقع پر برلن میں ایسی بین المذاہب سرگرمیوں کی وجہ سے کافی گہما گہمی ہوتی ہے۔ اور باہم رابطہ اور تبادلہ خیالات کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں۔ اس موقع پر منتظمین نے میڈیا ٹیم کے ساتھ مسجد کا بھی دورہ کیا۔ سوال و جواب بھی ہوئے اور لوگوں کو مسجد کے بارے میں معلوماتی فلائر بھی دیئے گئے۔ اس موقع پر مدثر عزیز صاحب بطور خاص ہیگ سے تشریف لائے اور مختلف انتظامات میں تعاون کیا۔ 150 سے زائد افراد نے ٹور گائیڈ اور میڈیا کے ہمراہ برلن مسجد کا دورہ کیا۔

انڈیانا، امریکہ سے کالج کے طلباء کا وفد

30 مئی: ارل ہیم کالج، رچمنڈ، انڈیانا، امریکہ کے طلباء نے اپنی پروفیسر ڈاکٹر مارگریٹ ہیمپٹن کے ہمراہ برلن مسجد کا دورہ کیا۔ طلباء کو اسلام کے تعارف کے علاوہ ''بلیک مسلم آرگنائزیشن اور جماعت احمدیہ لاہور کا کردار'' کے متعلق بھی آگاہ کیا گیا۔ پروفیسر صاحبہ کو قرآن مجید کا جرمن زبان کا نسخہ پیش کیا گیا۔

کوریا کی بین المذاہب تنظیم، برلین کا مسجد میں پروگرام

31 مئی: HWPL کی کوریا کی بین المذاہب تنظیم، برلین نے ایک مباحثہ کا اہتمام کیا۔ جس کا موضوع ''آسمانی صحیفوں میں تشدد، انتہائی پسندی اور سچائی'' کے بارے تعلیمات تھا۔ مباحثہ برلن مسجد میں منعقد ہوا۔ عیسائیت، بدھ مت اور اسلام کے نمائندگان نے بحث میں شرکت کی ۔ اس بارے میں امام مسجد برلین کے خیالات کو سراہا گیا۔

برلن مسجد میں تراویح نماز

اللہ کے فضل سے برلن مسجد میں باقاعدگی سے تراویح نماز پڑھائی جاتی رہی۔ امام مسجد برلین عامر عزیز صاحب اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود اس نماز کی امامت فرماتے رہے۔

☆☆☆☆

جماعتی خبریں

درخواست ہائے دعا

مختلف احباب جماعت علیل ہیں۔ ان احباب کے لئے رمضان کی بابرکت ساعتوں میں مرکز میں کثرت سے دعا کی گئی۔ تمام قارئین پیغام صلح سے درخواست ہے کہ اپنی دعاؤں میں تمام علیل احباب جماعت کو شامل رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

وفات حسرت آیات

''ہم اللہ ہی کی طرف سے ہیں اور اسی کی جانب لوٹ کر جانے والے ہیں۔''

تمام احباب جماعت کے لئے یہ انتہائی دُکھ کی خبر ہے کہ جماعت پشاور میں صاحبزادہ سید لطیف صاحب کی اہلیہ محترمہ مورخہ 6 جون 2017ء کو قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات عطا فرمائے۔ مرحومہ کی تعزیت کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور جنرل سیکرٹری صاحب بذات خود پشاور تشریف لے گئے اور صاحبزادہ سید لطیف صاحب اور ان کے عزیز واقارب سے تعزیت کی۔

(۲): اسی طرح رواں ماہ مانسہرہ (دیبگراں) میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے کزن ''فاروق احمد صاحب'' قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت میں اعلیٰ مقامات سے نوازے اور اللہ تعالیٰ ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

نماز تراویح

ماہ صیام کے دوران پاکستان کی تمام مقامی جماعتوں نے نماز تراویح کا اہتمام کیا۔ اس سال مرکز میں احباب جماعت نے محترم قاری فضل الٰہی صاحب کی امامت میں نماز تراویح ادا کی۔ جس میں کثیر تعداد میں احباب نے شرکت کی۔ نماز تراویح کو الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ لائیو کوریج دی گئی۔ جس کے ذریعے ملکی وغیر ملکی احباب نے بھی قرآن مجید سننے کی سعادت حاصل کی۔

افطار پارٹی

ہر سال کی طرح اس سال بھی رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں مرکز دارالسلام میں افطاریوں کا اہتمام کیا گیا۔

یہ افطاریاں ہماری محترمہ بہن خالدہ عبیدہ اللہ صاحبہ (سرینام)، اہل خانہ چوہدری منصور احمد صاحب (مرحوم) اور چوہدری سعادت احمد صاحب کی طرف سے کی گئیں۔ جماعت کے تمام ممبران نے ان افطاریوں میں بھرپور شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان بہن بھائیوں جنہوں نے ان افطاریوں کا اہتمام کیا رزق میں اضافہ فرمائے اور ان کو مزید دینی خدمات سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی نیکی کو اپنے ہاں قبول ومنظور فرمائے۔ آمین

تقریب ختم القرآن

27 رمضان المبارک کو ملک اور بیرون ملک تمام جماعتوں میں ''ختم القرآن'' کی تقریبات منعقد کی گئیں۔ مرکز دارالسلام میں بھی یہ تقریب عزت و احترام کے ساتھ منائی گئی جس میں کثیر احباب جماعت نے شرکت کی۔ تقریب میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو قرآن سے تعلق وابستہ کرنے کی نصیحت فرمائی۔ تقریب کے اختتام پر شرکاء کی خدمت میں مٹھائی پیش کی گئی۔

اعتکاف

ہر سال کی طرح اس سال بھی مرکزی احمدیہ انجمن لاہور نے معتکفین کے لئے اعتکاف کا انتظام کیا۔ بہت سے احباب نے جامع دارالسلام میں اعتکاف بیٹھنے کی سعادت حاصل کی۔

مدثر عزیز (مدیر) پیغام صلح انٹرنیشنل نے دفتر 8-7 برنیئر سٹریٹ 10713 برلن (جرمنی) سے شائع کیا

عیدالفطر کے مسائل

(۱): عیدالفطر کے دن صبح سویرے اٹھ کر غسل کرنا اور صاف کپڑے پہننا اور خوشبو لگانا اور نماز عید سے قبل ناشتہ کرنا سنت ہے۔

(۲): عید کی نماز سے قبل صدقہ فطر ادا کر دینا چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے کہ فطرانہ روزہ کے ایام میں بعض کمزوریوں کے سرزد ہونے کی تلافی کے لئے ہے۔ اس سے غرباء اور مساکین کو خرچہ مل جاتا ہے جس سے وہ بھی اپنی عید منا سکتے ہیں۔ گویا ساری قوم کو عید میں شمولیت کا موقع مل جاتا ہے اور مساکین بھی عید کی خوشی سے محروم نہیں رہتے۔

(۳): نماز عید کو جاتے ہوئے ذکر الٰہی کرتے جانا افضل ہے۔

(۴): صدقہ عیدالفطر ہر فرد پر واجب ہے۔ عورتوں، بچوں اور ملازمین کا صدقہ گھر کے مالک کے ذمہ ہے جو ان کے رزق کی کفالت کرتے ہیں۔

(۵): عید کی نماز دو رکعت ہوتی ہے اس میں اذان، تکبیر، اقامت کوئی نہیں ہوتی۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ سے قبل سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں بھی سورۃ فاتحہ سے قبل پانچ تکبیریں ہیں۔ تکبیروں کے درمیان ہاتھ کھلے چھوڑ دینے چاہئیں۔

(۶): نماز عید کے بعد خطبہ مسنون ہے۔ خطبہ کو غور سے سننا اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

(۷): عید کے دن آپس میں ملنا جلنا اور ایک دوسرے کو حسب توفیق ہدیہ اور تحائف دینا اور طعام میں شریک کرنا باہمی محبت بڑھانے میں نہایت ہی مستحسن چیز ہے۔

(۸): حضرت اقدس کے زمانہ سے احمدی جماعت کے افراد صدقہ عیدالفطر کا بیشتر حصہ انجمن کے بیت المال میں جمع کراتے ہیں۔ اس لئے نماز سے قبل یہ صدقہ انجمن کے امین کے پاس جمع کرا دینا چاہیے۔

(۹): صدقہ عیدالفطر کے علاوہ حضرت اقدس کے حکم سے حسب حیثیت عید فنڈ کی ادائیگی بھی ہر ممبر جماعت کے لئے لازمی ہے۔ آخر عید کے دن بچوں اور عزیزوں کو عیدی اور تحائف دیتے ہیں۔ اس طرح اس خوشی کے دن اسلام کا بھی حق ہے۔ لہذا احباب اس فنڈ کی طرف بھی خاص توجہ مبذول فرمائیں اور فطرانہ و عید فنڈ کے روپے جمع کر کے انجمن کے بیت المال میں بھیج دیں۔ یہ حضرت صاحب کا حکم ہے اور مالی جہاد ہے۔

(۱۰): اس سال انجمن نے فی کس -/100 روپے فطرانہ مقرر کیا ہے۔